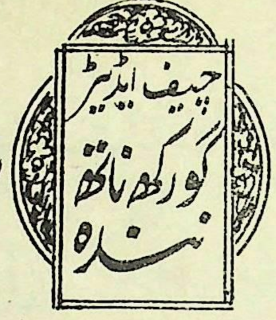
OM

May 1957
As. -/8/-

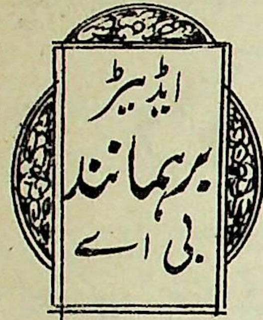


رُوحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک



رسالہ اوم دہلی

بابت مئی ۱۹۵۷ء



چندہ سالانہ مبلغ ۸/۶ میں ویدانت انک ۱۹۵۸ء کے علاوہ متبرک تہواروں پر بھی خاص نمبر نکلیں گے۔

فہرست مضامین

(شری برہمانند بی اے پرنٹر پبلشر کے باہتمام جید برقی پریس بلیماراں میں چھپ کر دفتر رسالہ اوم بازار اجمیری گیٹ سے شائع ہوا)

دعوتِ تنویر

از قلم
شری نوبت رائے جی شوخ

کیوں لیتا ہے میخواری کو میخوار سہارا ہولی کا
کب اس کی اجازت دیتا ہے تہوار ہمارا ہولی کا

کیا چشمِ بصیرت سے دل پر تنویر کے چھینٹے پڑتے ہیں
تقدیسِ نظر کو دیتا ہے کیا پاک نظارا ہولی کا

ہے آتشِ عشق یہ آغوش کشا کون اس میں ہوا جلوہ نما
فردوس بدامن ہو کے رہا ہر ایک شرارا ہولی کا

کس رنگِ حقیقت سے روشن تاریخ کا یہ افسانہ ہے
کس اوجِ عقیدت پر چھا کر چمکا ہے ستارا ہولی کا

وہ عالمِ بالا پر کیسی تصویر کھنچی ہے ہولی کی؟
آغوشِ شفق میں فطرت نے کیا نقش ابھارا ہولی کا

اس پاک پوترِ ہولی میں اے دوبہ ست شغلِ مے کیسا
اس مشربِ زبوں کی نذر ہو کیوں تہوار یہ پیارا ہولی کا

اس کیف سے کیوں محروم ہے تو جو تیرے اپنے آپ میں ہے
باطن کا نظر کو غوطہ دے، کچھ پا کے اشارا ہولی کا

خود ہرنا کشپ ہے نفس ترا، "نرسنگھ" دلِ حق بیں کو بنا
تدبیر کے ناخن کام میں لا، یہ کھیل ہے پیارا ہولی کا

کس رنگِ طرب کا حامل ہے جو کیفِ سکونِ دان میں ہے
گر چاک تمنا کا سینہ، پھر دیکھ نظارا ہولی کا

نظارۂ معنی کی خاطر کیا راہِ طلب میں سر دے کر
میدانِ سخن میں اشہبِ قلم بھرتا ہے طرارا ہولی کا

اے شوخ! قلم کا کیا کہنا، تحریر کے جوہر سے اپنے
کیا روپ سنوارا ہولی کا، کیا حسن نکھارا ہولی کا

اُپنشد کتھا

بھرگو کی جگیاسا

ماخوذ ہندی شکتی

از قلم شری وچنیش ترپاٹھی

अन्नं ब्रह्मेति, अन्नेन जातानि जीवन्ति ॥

ان سے پرانی اُتپن ہوتے ہیں۔ ان سے ہی جیتے ہیں، اور مر کر ان ہی میں لے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یقیناً یہ ان ہی پرانیوں کی اُتپتی، پالن نشتھا پرلے کا کارن ہے۔ — کیا یہ ان ہی برہم ہے؟ بھرگو نے سوچا۔

کئی ماس بیتے، اُس نے ایک دن جگیاسو بھاؤ سے اپنے پتا ورن رشی سے جا کر پوچھا:-

برہم کیا ہے؟ مجھے بتلائیے،

अन्नं प्राणं चक्षु श्रोत्रं मनो वाचमिति ॥

ان، پران، آنکھ، کان، من اور بانی، یہ سب برہم گیان کے دوار۔ اِن کی پراپتی کے سادھن ہیں۔ یدی تجھے جاننا ہے تو اس کے لئے تپ، سادھنا کر، اس کے لئے من، وچن، کایا سے پریتن آرمبھ کر دے، ہے پُتر! ایک دن تجھے اس آتم سنتا کا ساکھشاتکار اوشیہ ہوگا، جس کا دوسرا نام برہم ہے۔"

پتا دوارہ بتائے سادھنوں سے اُس نے پریتن پوروک سادھنا پرارمبھ کر دی۔ اور آج بہت دنوں بعد اُسے ایسا انوبھو ہو رہا تھا کہ: — "یہ ان ہی برہم ہے" پرنتو ہردے کی شنکا نہیں مٹی۔ ترک بدھی نے اُسے کہا۔ نہیں یہ برہم نہیں ہے، سنشے میں پڑے پڑے وہ پتا ورن کے پاس گیا، بولا:-

"بھگوان! مجھے اُس برہم کے سمبندھ میں بتلائیے۔"

तपसा ब्रह्म विजिज्ञास्व तपो ब्रह्मेति ॥

"جا! تپ سے برہم کو جان" ابھی تیرے لئے تپ ہی برہم ہے، جا! سادھنا کے ... [illegible]

نہ چھوڑنا، برہم گیان ملے گا۔" پتا نے آدیش دیا۔

ماس بیتے — ورش بیت چلا ...... ایک دن پتہ بھرگو کو بودھ ہوا اور تب اُس نے نشچے کیا۔ کہ

प्राणो ब्रह्मेति, प्राणेन जातानि जीवन्ति

جگت کا جیون یہ پران ہی "برہم" ہے۔ اس پران سے ہی جیو اُتپن ہوتے، جیتے اور انت اس میں لے ہو جاتے ہیں" کنتو اس کو پھر بھی شنکا بنی رہی۔ مانو اُس سے کوئی کہتا — کہ برہم تو کچھ اور ہی ہے،

اسی اُلجھن میں وہ پھر پتا کے پاس گیا۔ بولا! بھگون! مجھے برہم کے بارے میں بتائیے؟

"پتر! تپ سے، سادھنا سے ہی وہ جانا جاتا ہے تو اُسی سے جاننے کی اِچھا کر، جا پریتن جاری رکھ ہمت نہ چھوڑنا۔ برہم آ ملے گا۔ برہم وِد پتا ورن رشی نے وہی شبد پھر دوہرائے،

بھرگو چل پڑا — اُن کے بتائے سادھنوں سے تپ کرنے۔ اس کی شردھا قائم رہی، ہمت نہیں چھوڑا اُس نے اور من وچن کرم سے اپنی سمپورن شکتی لگا کر سادھنا کرتا رہا وہ ورشوں — کئی موسم بدلے، کئی سردیاں آئیں اور گئیں، پر بھرگو کو برہم کا ساکشاتکار نہ ہوا، کنتو اس کی سادھنا چلتی رہی اکھنڈ روپ سے اُس نے کبھی یہ بھی نہیں سوچا۔ کہ آخر جب پتا برہم گیانی ہیں۔ تو وہ بدھی سے وچاروں سے مجھے سمجھا کیوں نہیں دیتے؟

मनो ब्रह्मेति ...

मनसा जातानि जीवन्ति । ایک دن وہ سادھنا کرتے کرتے ... [illegible] من سے ہی جیو اُتپن

ہوتے ہیں، جیتے ہیں، تتھا انت میں مر کر اُسی میں سما جاتے ہیں۔ نشچے ہی یہ من جگت کی اُتپتی، بردھی تتھا لَے کا کارن ہے

پھر بھی اس کی بھرانتی دُور نہیں ہوئی، وہ نشچے نہ کر پایا کر برہم کیا ہے؟ وہ پھر پتا کے پاس چل دیا۔

پُوجیہ پتا! مجھے برہم گیان نہیں ہُوا۔ دیا کر کے بتایئے وہ کیا ہے؟"

"اَرے تُو لوٹ آیا! پر وہ تو تپ سے، سادھنا سے ہی ملے گا۔ اُسی سے جاننے کی اِچھّا کر .... سادھنا ....

وہ تپ ہی ابھی تیرے لئے برہم ہے ..... ابھی اَور سادھنا کر۔ جا۔ پیچھے سے نہ ڈِگنا ..... وہ دن کے دِن ہی اپنے گئے پرانے سَشبد بھتے،

پر واہ رے بھرگُو جگیاسو .... ! وہ لوٹ پڑا۔ اس کی نشٹھا اور دھیہ کے پرتی ایکاگرتا دیکھ کر نراشا اُلٹے پیروں بھاگی .... سچ مچ اُس کی وہ سادھنا — وہ لگن وچتر تھی،

دُکھ اور تکلیف میں وہ ثابت قدم رہا۔ بارش، اندھیری، سردی، گرمی اُس کے سہیوگی ہو چلے۔ ہاں! سچ ہی اُس نوجوان تپسوی کے سر پر سے کے میگھ گُزرے، برسے تب بھی وہ مسکراتا رہا۔ ہاں، ایمان دنیا داروں کے اُنہاس اسے اپنے پتھ سے ہٹا نہ سکے، بھوک، پیاس اُسے ویاکُل نہ کر سکی، موہ مایا کے پھندے اُسے پھانس نہ سکے۔ جوانی کی بھری دوپہری میں بھی اُس کی اندریاں پاکھان وت ستھر رہیں۔ ایسی کٹھن سادھنا سے وہ گھبرایا نہیں۔ اس طرح کئی ورش بیت چلے، تب ایک دن وہ گنگنایا — کہ یہ وِگیان ہی برہم ہے،

विज्ञानं ब्रह्मेति — विज्ञानेन जातानि जीवन्ति ॥

وِگیان سے ہی جیو اُتپن ہوتے، جیتے اور مر کر پھر اُسی میں لے ہو جاتے ہیں، سمست جاگرت دیا پاروں کے رہسیہ کی اوٹ میں یہ ایک وِگیان ہی ہے

لیکن اس پر بھی اُس کے من کو سنتوش نہ ہوا اور زرق بدھی کی آندھی نے پھر اس کا سب کچھ گڑبڑ کر ڈالا اور اس

نے کہہ دیا۔ کہ نہیں، یہ وگیان بھی برہم نہیں، برہم تو کچھ اور ہی ہے

وہ پھر آیا پتا کے نکٹ — "بھگون! وہ برہم مجھے نہیں جان پڑا ..... وہ آنکھیں نیچے کئے شانت کھڑا تھا

"پُتر! وہ تو تپ سے — سادھنا سے — ہی جانا جاتا ہے، جا! تپ سے، سادھنا سے ہی اُسے جاننے کی جگیاسا کر ....، پتا کی بھوں سے شانت درشٹی اُس کے ہردے میں چبھ گئی،

وہ لوٹ پڑا۔ جیسے آیا تھا ویسے ہی، چلتے چلتے وہ سوچ رہا تھا۔ اُس کی سادھنا اُدھوری ہے کہیں پر ...! اب سے وہ اپنی سمپورن شکتی لگا دیگا۔ اور تب دیکھیگا کہ... ایک کھن بھی اُس نے نہ سوچا۔ کہ اپنی ساری شکتی لگائی کب نہیں؟ کنتو نہیں، وہ سادھک ہے ایک ..... ! اُس کے من میں یہ سب کیوں آئے؟ ارے یہی تو اُس کی سادھنا کی۔ شردھا کی سچائی ہے، اسپھلتا ہی تو اُس کی اپنی شکتی کی کسوٹی ہے،

وہ سادھنا کر رہا ہے، اُس کے روم روم سے ایک ہی دھُن تھی، اُس کے پرانوں کا سپندن۔ پرانوں کی ایک ہی پرتی دھُونی تھی — برہم کیا ہے؟"

وہ جان نہ پایا۔ پر اُس کے پرشن کا اُتر، بن کر دھیرے دھیرے ایک وشیشتا ایک نئی بات اس کے چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے، ہنسنے اور رُٹھنے، ادبقات گیان اور کرم کے کھیتروں میں اُتر رہی تھی اُس کے مانو یہ جیون کا سندیہ سمٹوٹے بن کر،

سنسار کے لئے وہ کوئی نامعلوم ہستی نہیں رہ گیا تھا۔ سب جگہ اُس کی چرچا تھی،

دُنیا دار آدمی کے دو پہلو رہتے ہیں، دونوں نے علیحدہ علیحدہ مت پرگٹ کرنا پرارمبھ کر دیا۔

لگن ہو تو ایسی ہو، دھُن جو لگے تو ایسی، نشٹھا ہو تو ایسی" "ارے سُنا! وہ تو کھانا پینا بھی بھول گیا، گھر بار کی سُدھ بھی اُسے نہیں، اِس نے تو ماہ پیٹ میں رکھا دیا

کہتی ہوگی ـــ ہائے۔ پتا تو ٹھنے سوکھتے ہی۔ یہ تو ان سے بھی بازی لے گیا۔ کیسا ہوگیا ـ بھرگو! اتنا پڑھا لکھا کہ ساری دُنیا کو راستہ بتا دے، "پریہ" برہم" کا بھوت جو اُس کے سر چڑھ بیٹھا ہے ..... یہ بھی کوئی بات ہے ... راستہ ہے کدلی ..... ؟

پھر ایک دن سنائی پڑا دیشوں بعد، آنزاپتھ ــ دکھشنا پتھ ــ کے شور و غل راستوں میں، آشرموں اور پارشدوں میں ــ دھنیہ! دھنیہ!! ارے وہ تو لگتا ہے کہ ساکھشات برہم رُوپ ہی ہوگیا ہے۔ ایسا ہے اُس کا تیج تم ہی بھرگو ــ ورن رشی کا پُتر،،

اور آج بھرگو پتا کے پاس جا رہا تھا۔ کنتو پچھلے پانچ بار جیسے گیا تھا اُس پرکار نہیں، وہ تو تیج سے اُس کا چہرہ چمک رہا تھا، آتم وشواس کی کرنیں اُس کے نیتروں سے پھوٹ رہی تھیں، اُس کے روم روم سے شانتی اور آنند سردت ہو رہا تھا وہ برہم،، کو جان گیا تھا۔ برہم ہی ہو گیا تھا وہ ــ پتا کے چرنوں میں جھکا۔ ادھر پتا ورن۔ اُس کے مُکھڑا کو دیکھ دیکھ کر کہہ رہے تھے۔

" بھرگو آج برہم گیانی سا لگ رہا تھا۔ نشچت ہی اُس نے برہم کو پا لیا ہے،،"

یجروید یہ تیتریہ اُپنشد بھرگو ولی کہتی ہے کہ سچ مچ وہ بھرگو جو آن مے، پران مے، منو مے، وگیان مے اور آنند مے کوشوں کو ہی برہم سمجھ بیٹھا تھا۔ ایک دن اپنی سادھنا سے واستوک برہم کو پا کر دھنیہ ہو گیا تھا،

ادم۔ادم۔ادم

طرزِ گفتگو

از

شری دینا ناتھ سر لو استو

انسان کے اخلاق سے تعلق رکھنے والے دوسرے اوصاف کی مانند "طرزِ گفتگو"، بھی خاص اہمیت رکھتی ہے، طرزِ گفتگو سے میرا مطلب بات چیت کرنے کے اُس طریقہ سے ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے خیالات کو دوسروں پر ظاہر کرتے ہیں نیز اُن کے خیالات قبول کرتے ہیں، ہماری گفتگو کا یہ طرز ہمیں زندگی میں خوشی و کامیابی بخشتا ہے اور یہی ہمیں لڑائی جھگڑے کے نزدیک بھی لے جاتا ہے اس کے ذریعہ ہم دوسرے لوگوں کے دل میں اپنے متعلق محبت، مرتبہ اور عزت کے جذبات پیدا کرتے ہیں نیز دوسرے کے متعلق اُس کے اچھا بُرا مہذب غیر مہذب اور تعلیم یافتہ یا جاہل ہونے کا اندازہ لگاتے ہیں۔

مان لیجیئے ہیں ایک کہانی سناتا ہوں کہ کسی جنگل میں

ایک راجہ اپنے وزیر اور نوکر کے ساتھ شکار کھیلنے گیا، شکار کھیلتے کھیلتے اچانک وہ تینوں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ اسی جنگل میں ایک سنت کی جھونپڑی تھی کٹیا تھی جو سورداس یعنی اندھا تھا، وہ اپنے نت کرم سے فارغ ہو رہا تھا کہ اسی لمحہ راجہ کا نوکر اُدھر سے نکلا اور اُس نے سورداس سے سوال کیا اد اندھے ادھر سے کوئی گزرا ہے ؟

سنت نے جواب دیا ــ بھئی میں تو آنکھوں سے اندھا ہوں لیکن میرے کانوں میں ابھی تک ادھر سے کسی کے جانے کی آہٹ نہیں آئی،

سنت کا جواب سن کر نوکر آگے بڑھ گیا۔ نوکر کے جانے کے بعد راجہ کا وزیر بھی اتفاق سے اُدھر آ نکلا اور نابینا سنت سے پوچھا ــ کیوں سورداس ابھی ابھی ادھر سے کوئی راجہ تو

نہیں گئے ؟"

سنت نے پھر جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی ابھی ایک شخص یہاں ضرور آیا تھا مگر راجہ نہیں تھا۔"

نوکر اور وزیر کے چلے جانے کے بعد راجہ بھی گھومتا ہوا سنت کی کٹیا میں پہنچا اور اُس نے بھی سنت سے اپنے وزیر و نوکر کے متعلق دریافت کیا ــ "کیوں سوُرداس جی مہاراج اِدھر سے کوئی شخص تو نہیں گیا ؟"

سنت نے آسن فرش پر بچھاتے ہوئے کہا۔ "بیٹھیے مہاراج۔ آپ کے نوکر اور وزیر ابھی ابھی آپ کو پوچھتے ہوئے یہاں سے گئے ہیں۔"

سنت کا جواب سُن کر راجہ کو بڑا تعجب ہُوا اور اُنہوں نے سنت سے دوبارہ سوال کیا ــ "مہاراج آپ تو آنکھوں سے ہین ہیں، پھر آپنے اُن اشخاص میں کیسے تمیز کر لیا کہ اُن میں سے ایک میرا وزیر اور دوسرا میرا نوکر تھا ؟ اور میں ہی وہ راجہ ہوں جس کی انہیں کھوج تھی ؟"

سنت نے عاجزی کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا ــ "مہاراج پہلا شخص جس نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا اُس کے طرزِ گفتگو میں تعلیم و تہذیب کی کمی تھی، اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ نوکر ہی ہو سکتا ہے، اسیطرح دوسرا شخص جس نے آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا اُس کے اندازِ گفتگو میں، تعلیم و تہذیب کی کمی نہ ہوتے ہوئے بھی خشکی تھی جس سے میں نے محسوس کیا کہ وہ ضرور ہی کوئی اعلیٰ افسر ہے لیکن آپ کے الفاظ میں یہ دونو چیزیں نہیں تھیں اور مجھے یہ یقین کرنے دیر نہ لگی کہ آپ ہی وہ راجہ ہیں جس کی اُنہیں تلاش تھی۔"

راجہ سنت کے اس جواب سے بہت خوش ہُوا نیز سنت کا مرید ہو گیا اور اُنہیں اپنا راج گورو بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

اس کہانی سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے بات چیت کرنے کے ڈھنگ سے کوئی بھی شخص چاہے وہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ آسانی سے ہمارے اخلاق، تعلیم نیز تہذیب کے متعلق اپنی رائے قائم کر سکتا ہے، اس لیئے ہم اپنی گفتگو کو جتنا ہی دلکش، پُر اثر نیز شیریں بنا سکیں اُتنا ہی لوگوں کے دلوں پر چھا سکتے ہیں۔

بات چیت کرنے سے پہلے ہم کو اپنے لب سے جُدا ہونے والے ایک ایک لفظ کو ہوشیاری کے ساتھ وزن کرنا چاہیئے کہ کہیں اُن کا اثر سامنے والے شخص کی مرضی، عقل یا عزت کے خلاف تو نہیں پڑے گا،

زیادہ بات چیت کرنا ایک عیب ہے جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا باتونی ہے، اِس لیئے ہمیں چاہیئے کہ بلا ضرورت نہ بولیں، پھر دُوسروں کی بات سُننا تو کہیں زیادہ آسان کام ہے تو کیوں نہیں ہم اپنی بات کم کہیں اور دُوسرے کی بات زیادہ سُنیں ؟ زیادہ بات چیت کرنے سے ہمارے میں ضد، غصہ نیز جھنجھلاہٹ کے جذبات اُبھرتے ہیں۔ اس لیئے اگر کبھی ایسا موقع آ بھی جائے تو دلیلوں سے زیادہ کام نہ لے کر جو کچھ کہنا ہو مختصر بیان کر دینا زیادہ موزوں ہے، زبردستی کسی سے اپنی بات قبول کرانے سے اُس بات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے،

جب دو اشخاص آپس میں بات چیت کر رہے ہوں تو بیچ میں کودنے کی عادت بھی بُری ہے اس سے خواہ مخواہ لوگوں میں ناراضگی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر جب تک کچھ پوچھا یا اپنی رائے ظاہر کرنے کو کہا نہ جائے خاموش رہنا زیادہ دانشمندی ہے، رائے کا اظہار کرتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی رائے اتنی مختلف یا سخت نہ ہو جو سامنے والے لوگوں کو بُرا محسوس ہو، کسی کی بُرائی کرنا اُس کو مارنے سے بھی زیادہ ہے، کہاوت مشہور ہے ــ "چھری کے گھاؤ بھر جاتے ہیں مگر بات کے گھاؤ نہیں بھرتے۔"

بات چیت کرتے وقت سچ کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے سچے آدمی کو کہیں شرمندگی نہیں اُٹھانی پڑتی۔ اس لیئے اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو جھوٹ بول کر جان بچانے سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ اُس غلطی کو قبول کر لیا جائے۔ کیونکہ جھوٹ کے سہارے

کھڑا کیا گیا مکان جس طرح گرے بغیر نہیں رہ سکتا اسی طرح جھوٹ بھی زیادہ دیر تک نہیں چھپ سکتا۔ لیکن سچ بھی اتنا سخت نہیں ہونا چاہیے جس سے خواہ مخواہ کسی کی رسوائی ہو اسے تکلیف پہنچے ایسے مقام پر بولنے سے خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے۔ سخت گوئی سب کو بُری لگتی ہے، بُرے کو بُرا کہہ کر پکارنے سے اتنا ہی بُرا لگتا ہے جتنا اچھے کو بُرا کہنا۔

بات چیت کے درمیان میں اگر خود کی بڑائی یا تعریف کا کوئی موقع آجائے تو بھول کر بھی اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اس سے اپنے منہ میاں مٹھو والی بات ہوتی ہے، گفتگو کے دوران میں جذباتی ہونا بھی بہت بڑی کمزوری ہے

اس سے دوسروں کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہمیشہ بنا رہتا ہے جذبات کی گرفت میں ہم اکثر ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو ہمیں نہیں کہنی چاہئیں۔

بڑوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت تہذیب و اخلاق اور مرتبہ کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ کم سے کم نیز آہستہ آہستہ بولنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بات کرتے وقت آنکھ مٹکانا یا کسی اور عضو کا استعمال کرنا بُری عادت ہے۔ اس سے جذبات کی پاکیزگی کو ٹھیس پہنچتی ہے، ان سب کے علاوہ طرزِ گفتگو کے مندرجہ ذیل دس اصول قابلِ ذکر ہیں:- (۱) آواز میں شیرینی (۲) طرز میں تہذیب (۳) بیان میں سچائی (۴) گفتگو میں وزن (۵) اخلاق میں قوتِ برداشت (۶) خیالات میں بلندی (۷) زبان میں سادگی (۸) دلنشیں مناسبت (۹) تعلقات میں گرمجوشی (۱۰) اور بات چیت کے وقت [illegible]

ہندوستانی نئے سکے!

یکم اپریل ۱۹۵۷ء کا دن ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گا۔ جب کہ نئے اعشاری سکے جاری کئے گئے ہیں۔ موجودہ روپیہ جو کہ ۶۴ حصّوں میں منقسم ہے اب سو مساوی حصّوں کے برابر ہوگا اور روپیہ ہی کہلائے گا، مگر اٹھنی، چونی دونی، اکنی اور ادھنہ کی جگہ پر نئے پیسے کہلائیں گے، مثلاً ایک روپیہ سو نئے پیسے، اٹھنی پچاس نئے پیسے ہوں گے، سب سکوں پر ایک جانب ہندی اور انگریزی میں قیمت درج ہوگی اور دوسری جانب اشوک کی لاٹ اور انگریزی ہندی میں انڈیا بھارت درج ہوگا موجودہ سکے بھی تین سال تک قابلِ استعمال رہیں گے سکوں کی تبدیلی کا اثر تمام چیزوں پر پڑے گا، مگر ڈاک کی شرحیں یہ ہونگی،

فیس منی آرڈر:- پانچ روپے پر ۱۳ نئے پیسے

دس روپے پر ۱۹ نئے پیسے ۴۰ روپے پر ۶۲ نئے پیسے

پندرہ " " ۲۵ " " ۴۵ " " ۷۵ " "

۲۰ یا ۲۵ " " ۳۸ " " ۵۵ " " ۸۸ " "

۳۰ روپے " ۵۰ " " ۶۰ " " ۹۶ " "

۳۵ روپے پر ۵۶ نئے پیسے ۶۵ روپے پر ۱۰۰ نئے پیسے

نئے پیسے کی شرح تبادلہ

آنے	نئے پیسے	آنے	نئے پیسے
ایک آنہ	= ۶ نئے پیسے	۹ آنے	۵۶ نئے پیسے
دو آنے	۱۲ " "	۱۰ "	۶۳ " "
۳ "	۱۹ " "	۱۱ "	۶۹ " "
۴ "	۲۵ " "	۱۲ "	۷۵ " "
۵ "	۳۱ " "	۱۳ "	۸۱ " "
۶ "	۳۷ " "	۱۴ "	۸۷ " "
۷ "	۴۴ " "	۱۵ "	۹۴ " "
۸ "	۵۰ " "	۱۶ "	۱۰۰ " "

فیس بیمہ شدہ مالیت کے پہلے ایک سو روپے پر ۲۷ نئے پیسے بعد کے ہر سینکڑے یا اس کے کسی حصّہ پر ۲۰ نئے پیسے رجسٹری کی فیس ۵۰ نئے پیسے، سرٹیفکیٹ آف پوسٹنگ ۳ نئے پیسے جوابی رجسٹری کیلئے مزید ۲۰ نئے پیسے غیر رجسٹری شدہ خط پر لیٹ فیس (ابھی تک ڈاکخانوں میں) ۱۲ نئے پیسے

غیر رجسٹری شدہ خط پر لیٹ فیس (غیر مجاز ڈاکخانوں میں)

نیتی کے رتن

چانکیہ نیتی کے چند شلوکوں کا ترجمہ

از قلم پنڈت رتن چند رتنؔ

۱۔ عقلمندوں کو ہے لازم تربیت اولاد کی　　درس دے اخلاق اور نیتی کا اُن کو ہر گھڑی

۲۔ جو رکھتے تعلیم سے بچوں کو اپنے بے خبر　　باپ بچوں کا نہیں وہ ہے عدو پُر خطر

درمیاں ہنسوں کے کوّے کی کوئی زینت نہیں　　بے علم کی مجلسوں میں بھی کوئی قیمت نہیں

۳۔ اے رتنؔ بچے بگڑ جاتے ہیں اکثر لاڈ سے　　جھڑکیاں بہتر ہیں نگرانی کی اکثر پیار سے

۴۔ ایک ہو یا نصف ہو یا اُس کی چوتھائی کرو　　دان اور پڑھنا بلا ناغہ سبھی بھائی کرو

۵۔ جنگ کے میدان سے بچ کر جو آ جائے عدو　　دوسرے بے عزتی ہو بھائیوں کے روبرو

تنگ دستی صحبتِ بد کی بُری گفتگو　　داغ فرقت استری کا اور مالک تند خو

عقل و دانش کا یہ چھو دیتے ہیں جھٹ خاکہ اُڑا　　جسم انسانی بنا آتش کے دیتے ہیں جلا

۶۔ گھر بہ گھر عورت پھرے اور برلبِ دریا شجر　　منتری بِن راج جاتے ہیں یہ تینوں ہی اُجڑ

۷۔ علم طاقت برہمنوں کی جانچ لیں زیر و زبر　　فوج راجاؤں کی طاقت دور ہو خوف و خطر

تاجروں کی قوتِ بازو ہے اُن کا سیم و زر　　ہے بھرا جذبۂ خدمت شودروں میں کوٹ کر

۸۔ بلیشوا ہیں چھوڑتیں ہیں مفلس و نادار کو　　بادشاہ کمزور چھوڑے راج اور دربار کو

چھوڑ دیتے ہیں پرندے کھا کے پھل اشجار کو　　چھوڑتا ہے کھا کے کھانا مہماں مگر گھر بار کو

۹۔ چھوڑ دیتا ہے برہمن لے کے دھن ججمان کو　　چھوڑتا حیوان ہے آتش زدہ میدان کو

کر کے طالب علم حاصل منزلِ ذی شان کو　　چھوڑ دیتا ہے رتنؔ اُستاد کے استھان کو

۱۰۔ صحبتِ بد میں جو کرتا ہے عمر اپنی بسر　　اور بُرے کاموں میں رہتا ہے مگن شام و سحر

اور ہو جائے رہائش کے لئے گندہ مکاں　　ناش ہو جاتا ہے وہ ملتا نہیں اُس کا نشاں

۱۱۔ بادشاہِ وقت کا ہر وقت تابعدار ہو　　دوستوں سے ہو محبت گھر میں سُندر نار ہو

دور اندیشی نہ چھوڑے پیشہ گر بیوپار ہو　　زیب دیتے ہیں یہ چاروں جیت ہو یا ہار ہو

۱۲۔ غور سے دیکھو اگر تم چھان کر سارا جہاں　　عیب سے خالی ملے گا نہ کوئی بھی خانداں

پنجۂ امراض سے چھوٹا نہ کوئی پہلواں　　کونسا انسان جو رہتا سدا ہو شادماں

ہمارا فلسفۂ حیات

از قلم
ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن
اُپ راشٹرپتی

تیزی سے سمٹتی دُنیا کو حیات و بقا اٹیم بموں کی تباہ کاریوں اور ہیبت آفرینیوں پر قابو پانے میں نہیں بلکہ سچے مذہب کو جاننے اور اس رازِ حقیقت کو سمجھنے میں ہے کہ مادہ پرستی ہی کوئی انجام نہیں انسانی عقل و دانش سے پرے جو ہے جسے ہماری کوئی قوت دیکھ نہ سونگھ ہی سکتی ہے اس سے پرے جو کچھ ہے وہ ابدی سچائی ہے۔ اس سچائی کی تلاش سے اس پروردگار کو جان لینے ہی سے اخوت اور رفاقت کا جذبہ پیدا ہوگا، امن کا پنچ شیل کا نعرہ ہماری اس بنیادی فلاسفی کی تخلیق ہے

دُنیا تیزی کے ساتھ سمٹتی جا رہی ہے جوں جوں رسل و رسائل کے سلسلے پھیلتے جا رہے ہیں ٹکنالوجی فروغ حاصل کرتی جا رہی ہے توں توں یہ دُنیا سکڑتی جا رہی ہے۔ اس طرح ہم رفتہ رفتہ ایک بین الاقوامی خاندان یا قومیت کی بنیاد استوار ہوتی دیکھ رہے ہیں، ہم الگ تھلگ دُنیاؤں میں نہیں رہ رہے۔ ایشیا اور افریقہ کے لوگ یورپ اور امریکہ کے تعاون اور فنی اشتراکِ عمل کے بنا اپنا معیارِ زندگی بلند نہیں کر سکتے اور یورپ اور امریکہ دُنیا کے دوسرے حصوں سے خام اشیا حاصل کئے بنا زندہ نہیں رہ سکتے اور پھر سائنس کی ترقی نے انسان کے ہاتھوں میں بے پناہ خفیہ طاقتیں دے دی ہیں۔ جن طاقتوں کو اگر درست طریقہ سے استعمال کیا جائے تو انسان کو نئی طاقت، نئی آزادی اور انسانوں کا معیارِ زندگی بلند کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں، اور اگر انہیں غلط استعمال کیا جائے تو دُنیا میں تباہی اور طوائف الملوکی پھیل سکتی ہے، سائنس کی ترقی کی ایسوسی ایشن کے ۱۱۹ ویں سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے برطانیہ کے شہرۂ آفاق اور نامور ترین سائنسدان پروفیسر اڈرین نے کہا تھا کہ قدرت کی بعض طاقتوں پر ہمیں اس قدر کنٹرول حاصل ہو گیا ہے۔ کہ ہم محض ایک بٹن دبا کر دو تہائی دُنیا کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں ظاہر ہے کہ اس قدر خوفناک اور مہیب طاقت مل جانے کے بعد انسان تباہی کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوگا۔ ان حالات میں دُنیا کی یکجہتی یا یوں کہہ لیجئے کہ لوک سمگر اب کوئی مقدس خواب نہیں رہا۔ بلکہ اس کی تعمیر ہماری آنکھوں کے سامنے آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ایک فوری اور شدید ضرورت ہے، حالات زمانہ اور ساری اقتصادی اور سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے اس کی ضرورت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اگر دُنیا نے زندہ رہنا ہے تو اُسے لازمی طور پر روحانی قدروں اور نفسیاتی دائروں میں گہرے اشتراکِ عمل کی آغوش میں پناہ لینی ہوگی،

مادہ پرستی کی تاریکی تو

سارا سنسار اس وقت اپنی روح کو تلاش کر رہا ہے بنی نوعِ انسان کی بقا و حیات کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان زندگی کے متعلق اپنے نظریوں کو تبدیل کر کے اپنی نظر و فکر میں ہمہ گیر انقلابی تبدیلی پیدا کرے اس وقت دُنیا میں تیزی کے ساتھ مادہ پرستی نے زور پکڑا ہے انسان مشین کا غلام بنتا چلا گیا ہے اور ہم مارکسٹ رجحانات کے [illegible] میں پھنستے چلے گئے ہیں، آج بیشتر روحانی لیڈر یا مادہ پرستی سے خائف لوگ سوچ رہے ہیں کہ اگر مادہ پرستی کے زہر آلود فروغ کا [illegible]

کیا جاتا ہے تو لازمی بات ہے کہ تمام مذاہب تنگ نظریوں کو پرے پھینک دیں۔ ہر قسم کے تعصبوں کو ترک کر دیں یا بھی کہ وہ اپنے پیروؤں کو ہم آہنگی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیں یہی وجہ ہے کہ مادہ پرستی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں انسان تیزی کے ساتھ مذہب کی طرف رجوع ہو رہا ہے۔ مذاہب کی ضرورت کیوں ہے ہمیں ایک ایسے فکری نظام کی کیوں ضرورت ہے جس میں ہم پوری لگن کے ساتھ اپنی نجی اور بے سود ہستی کو کچھ اہمیت اور قیمت دے سکیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مضمون ہر دل کی دھڑکن ہے اور ہر روح کی پکار ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ ہمیں کس قسم کا مذہب درکار ہے ہمیں محبت و اخوت اور رفاقت کا مذہب درکار ہے یا ہمیں طاقت جاہ پرستی اور نفرت کا مذہب چاہیئے، سیکولرزم کا نظریہ ہمیں محض آسودگی دولت کلاس، فرقہ یا قوم کی طبابت کرنے کو کہتی ہے اس لیئے سوال یہ نہیں کہ مذہب کی ضرورت ہے یا نہیں سوال صرف یہ ہے کہ ہمیں کس طرح کا مذہب چاہیئے ہمیں کیسا مذہبی نظام درکار ہے،

ترقی پسند مذہب

کوئی بھی مذہبی نظام جو اپنی زرخیزی اور افادیت کی وجہ سے ہر طرح کے ظاہری اور نظریاتی چیلنجوں، تصادموں اور خطرات کا خاطر خواہ مقابلہ کر سکتا ہے اس دنیا میں صرف اس کو ہی صحت مند اور ترقی پسند مذہب کہا جا سکتا ہے، جب کوئی اس افادیت اس صلاحیت اور جوہر سے محروم ہو جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے۔ جب بھی کسی سوسائٹی کا زوال آتا ہے۔ اس کا ڈھانچہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ تو اس کی ہمیشہ ایک ہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ نئے تقاضوں نئے چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی، نئے نظریات اور نئے زاویہ نگاہ کی چکا چوند کر دینے والی روشنی میں جب انسان اپنے مناسبی عقیدوں سے اپنے نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کی جدوجہد میں مایوس اور ناکام ہو جاتا ہے، تو اس کی روح اس مذہبی نظام سے گھبرا جاتی ہے مایوس ہو جاتی ہے اور وہ تیزی کے ساتھ ذہنی انقلاب سے گذرتا ہے اور نئی نظر و فکر کو قبول کر لیتا ہے جو معقول

تغیر و تبدل کی ہواؤں کا سامنا نہیں کرتا، شاخ سے ٹوٹ کر خاک میں مل جاتا ہے اور بکھر بکھر جاتا ہے، اس کی خوشبو اور اس کی نکہت تک کسی کو یاد نہیں یہی حال مذہبی نظاموں اور ذہنی فکروں کا ہے

سائنس کا یگ

یہ سائنس کا یگ ہے، اس میں ہم توہمات اور ایسی باتوں کو اندھا دھند قبول نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے آبا و اجداد کی تھیں ایسے مذاہب جو نفسیاتی بیماریاں پیدا کرتے ہیں، مجلسی برائیوں کو جنم دیتی ہیں عہد جدید کے انسان کے لیئے کوئی کشش نہیں رکھتے جو مذہب تفریق پھیلاتا ہے تعصب کو ہوا دیتا ہے انتشار کو فروغ دیتا ہے جو مذہب اخوت، محبت، رواداری، بردباری، تحمل اور دوسروں سے درست چلنے کی تلقین نہیں کرتا، مذہب کہلانے کا حقدار نہیں ہے،

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ سائنس کی سپرٹ سائنس کی اقدار مذہب کے خلاف ہے لیکن ہم بھول جاتے ہیں کہ سائنس کی ترقی اور اس کے پہنچنے کی ایک حد ہے سائنس صرف ان چیزوں کی تحقیقات کرتی ہے جو دکھائی دیتی ہیں نظر آتی ہیں محسوس کی جاتی ہیں، جن کو ہم چھو سکتے ہیں، جو باتیں ان سے پرے ہیں، وہاں سائنس کی ایک بھی شعاع نہیں پہنچ سکتی، برہم سوتر میں جہاں سب سے اول یہ بات کہی گئی ہے کہ "اتھاتو برہم جگیاسا" یعنی برہم کو جانو، ایشور کو پہچانو، وہاں اس کے ساتھ ہی اسی سوتر میں کہا گیا ہے کہ "برہم ہے جو اس شکل برہمانڈ، ساری سرشٹی کی کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے متعلق تمام سربستہ راز جانے جا سکتے ہیں سائنس اپنی جدید ترین ترقی کے باوجود اس بنیادی نظریے اور اصول کی مزاحمت نہیں کر سکے۔ مذمت کرنا تو درکنار رہا، سائنس کہیں بھی نہیں کہتی کہ اس کائنات کی۔ ابتدا مادہ سے ہوئی ہے۔ ہم ایک مادہ کے تو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے ہیں لیکن جو من اس ایٹم کے ٹکڑے کر سکتا ہے توڑا نہیں جا سکتا من اس مادہ سے بہت پرے ہے، آتما تو اس من سے بھی کہیں پرے ہے سائنس کی تمام ترکامیابیاں انسان کی عظمت کی شاہد ہیں، وہ اس بات کی گواہی [illegible] اس کی بدھی اور اس سے پرے

اس کی آتما ان سب سے کہیں بلند و بالا ہے ،

عظیم سائنسدان کا فیصلہ

عظیم سائنسدان البرٹ آئنسٹائن نے اپنی کتاب میں دی ورلڈ ایز آئی سی اٹ" میں لکھا ہے ، سائنسدان کا مذہب ایک ایسی نہ ختم ہونے والی حیرت کی صورت اختیار کر لیتا ہے ، جب وہ قدرت کے اصولوں کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھتا ہے محسوس کرتا ہے کہ یہ سب چیزیں ایک حیرت انگیز نظام میں جکڑی ہوئی ہیں ایک ایسے نظام میں جو بہترین دماغ کی تمام تر بلندیوں سے کہیں برتر اور بلند ہے یہی اصول اپنیشدوں کے کام اور زندگی کا نیا اصول ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دھرم گرنتھوں میں لکھا ہے کہ وہ شخص قدرت کے سربستہ رازوں کو کھوجنے کی کوشش کرتے ہیں ، سچائی کی پوشیدہ عظمتوں کو ہی جاننے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ان کی تلاش اور جدوجہد سچائی کی کھوج ہے ، ایشور کی سیوا ہے کیونکہ ایشور ست سروپ ہے ست نارائن ہے ۔ مشہور مفکر ایراسمس نے درست کہا ہے ، جہاں کہیں بھی کوئی سچائی نظر آتی ہے یہ عیسائیت ہے یہ دھرم ہے ۔ یہ ایشور ہے ،

ظاہر ہے کہ سائنس کی سپرٹ مذہب کی اصلاح چاہتی ہے ۔ مذہب کسی جادو ، کسی ہتھکنڈے کسی وہم یا کسی ناقابل یقین خیالی تصور کا نام نہیں ۔ مذہب ڈھکوسلوں ، وہموں اور رکاوٹوں اور بناوٹوں کا نام نہیں ، جو انسان کی روحانی ترقی میں سدِ راہ بنتی ہیں ، اور روحانی زندگی کی ساری لگن کو تباہ کرتی ہیں ، دماغی قابلیتیں اور عقلِ سلیم کی اناوتیں ورثہ میں کم ملتی ہیں ، تجربہ سے خود اپنی تلاش سے زیادہ ملتی ہیں ، انہیں وہموں اور فرسودہ خیالات کی زنجیروں سے نہیں جکڑا جا سکتا ، یہی وجہ ہے کہ مذہب کی بنیاد تجربہ پر ہے ، وہم پر نہیں ، دریائے سندھ کے آس پاس کے میدانوں میں جو تہذیب پھیلی ہوئی ہے اس کے متعلق جو کھنڈرات ملے ہیں ان میں شو کی ایسی مورتیاں ملی ہیں جن میں شو آنکھیں موندے ہوئے ہیں ، یہ تدبیریں ظاہر کرتی ہیں کہ جو انسان اپنے اندر کی کھوج کرتا ہے وہ ایک آدرش انسان ہے ۔ ایک پوجنیہ جن ہے یہ جاننا یہ لگاتار تلاش ہی صدیوں سے روزِ اول سے ہی ہمارے ذہن و فکر کو نئی نئی راہوں پر دوڑاتا ہے ، اپنشدوں کا سار یہی ہے کہ اپنے آپ کو جانو اپنی کائنات کے سربستہ رازوں کو پہچانو یہی برہم ودیا ہے یہی آتم ودیا ہے ، کٹھ اپنشد میں آتا ہے کہ انسان جب باہر بھی بھٹکتا ہے ۔ اپنے آپ سے تعلق کھو بیٹھتا ہے ۔ جو ان فضول جاہ و حشمتوں اور راحت آرزوں کے پھندوں میں پھنس جاتا ہے نفس کا غلام ہو جاتا ہے وہ اس کائنات کو نہیں جان سکتا ، مہاویر وہ ہے جو ان پر قابو پا لیتا ہے یہی اپدیش بھگوان مہاویر نے دیا یہی اپدیش بھگوان بدھ نے دیا ۔ ان سب اپدیشوں کی بنیاد یہ پیغام مقدس رہا ہے کہ اودیا کو دور کرو ، ودیا کو جانو اور یہ ودیا کسی وہم میں پڑے کسی خاص طریقے کسی خاص رسم کو پورا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بہت سننے سے بھی یہ میسر نہیں ہوتی ۔ یہ تو ایک روحانی کاوش ہے ،

خام خیالیاں

مذہب کسی خام خیالیوں کے مرکب کو نہیں کہتے ، یہ تھیولوجی نہیں ۔ پریکٹس کرنے کی بات ہے یہ جان لینا یہ تصور کر لینا اور یقین کر بیٹھنا کہ ہم نے سچائی کو جان لیا ہے ، غلط ہے ، مہلک غلطی ہے انسانی دل و دماغ عام طور پر مذہب کے متعلق یہ نظریہ رکھتا ہے کہ اس موضوع کی سچائی ایک خاص سٹینڈرڈ کی ہے اس نے اسے حاصل کر لیا ہے ۔ اب اسے کچھ بھی جاننا باقی نہیں ، سراسر حماقت ہوتی ہے مذہب انسانی زندگی کا ایک ایسا لامتناہی تجربہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر پہلو کو انتہائی بلندی تک لے جائے ضرورت دھرم کی نہیں ہوتی تلاش و فکر کی ہوتی ہے اور یہی سائنس کا منشا ہے ۔ سائنس کا دوسرا نام تلاش ہے ، مذہب بھی تلاشِ حق کا نام ہے کٹھ اپنشد میں بڑے خوبصورت الفاظ میں اس سچائی کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اندرونی انقلاب بپا کیا جائے سمجھنے میں تبدیلی کی جائے ، کوئی خیال دائم نہیں ۔ ایک نظریہ دوسرے نظریہ . . . . کی تخلیق کرتا ہے ۔ ایک منزل دوسری منزل کا پتہ دیتی ہے ، یہ تلاش پیہم ہے اور اس کے لئے ہمارا نظریہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم کسی کام کو محض انعام ہی حاصل کرنے کے لئے نہ کریں بلکہ اس لئے

کریں کہ یہ تمام درست ہے ،

زندگی کا مقصد

زندگی ملنے کا حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اس سچائی کو جاننے کا ایک ذریعہ اور ایک موقعہ ملا ہے ، وید میں آتا ہے "آتما سنتو کامیا" لگاتار جدوجہد کرو ، محنت کرو اور اس کو حاصل کرو ، جو سچ ہے ، خدا سچائی کا ہی دوسرا نام ہے

جب بھی اس دنیا نے اس راز کو جانا ، جب ہی ہماری تہذیب کی نگاہیں اس نصب العین پر جم گئیں - اسی وقت اس میں محبت ، رواداری ، اخوت ، رفاقت نے جنم لیا ، یہی وجہ ہے کہ جس کا دل و دماغ ایشور کی تلاش میں محو ہوتا ہے جو سچائی کی کھوج کرتا ہے وہ سب سے پیار محبت کرتا ہے ؛

اس سے ہر ایک کو رفاقت اور شفقت ملتی ہے ، نفرت اس کے دل سے مٹ جاتی ہے اس کے دل میں کسی کے لئے نفرت نہیں ہوتی حتےٰ کہ اپنے مخالفوں کے لئے بھی اس کے دل میں نفرت نہیں ہوتی - ایسا انسان ہمیشہ ایک ایسی سوسائٹی کی تعلیم کی کوشش کرے گا - جس میں ایک انسان دوسرے کا غلام نہ ہو ، جس میں ہر انسان نڈر اور بے خوف ہو ، ہر ظلم کے خلاف سینہ فگن ہوگا - اور ہر زیادتی اور تشدد کا مقابلہ کرے گا - مارکسزم کو فروغ ملا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ظلم کے خلاف سینہ فگن تھا ، وہ دبے ہوؤں کو ابھارنا چاہتا تھا لیکن اب زوال آرہا ہے اور آئے گا اس لئے کہ کوئی بھی تھیوری جس کی بنیاد کسی سچائی پر نہ ہو زندہ نہیں رہ سکتی ، مارکسزم ایک سچائی کو تو گرہن کرتا ہے لیکن دوسری سچائی کے خلاف ہے حالانکہ اصل سچائی یہی ہے ، سب علوم ، سب سائینسوں تمام دانشوں اور تمام طاقتوں کا مخزن و خزانہ پاربرہم پرمیشور ہے ،

مطلق العنانی

ہر بڑا مذہب دوسروں سے محبت کرنا سکھاتا ہے نفرت کرنا نہیں ، وہ تشدد میں یقین نہیں رکھتا ، تشدد کے ہر روپ کو برا جانتا ہے لیکن مارکسزم کے فروغ کے لئے تشدد استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد مطلق العنانی ہے کسی مذہب میں مطلق العنانی نہیں ہوتی ، سب سے بڑی جمہوریت مذہب دیتا ہے قرآن پڑھ لیں بائبل دیکھ لیں ، گیتا کا مطالعہ کریں ، ویدوں میں دیکھ لیں ، شاستروں میں تلاش کر لیں ، سمرتیوں سے دریافت کر لیں - سب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ دوسروں سے رواداری ہونی چاہئے دوسروں کے جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں ان کے خلاف تشدد نہ کرو ، بلکہ جیو اور جینے دو ، ان کی اصلاح کرو ، لیکن ترغیب سے امن سے تبدیلی خیالات سے ، ذہنی انقلاب سے جو کہ آج عظمت دوسرے ملکوں میں مل رہی ہے ، اس کی جو عظمتیں پھر سے درخشندہ اور تابندہ ہو رہی ہیں ، ان سب کی وجہ یہ ہے کہ ہند اس راز حقیقت کو جانتا ہے پنچ شیل کا نعرہ اس فلاسفی کی پیداوار ہے ، اسی جذبہ کی تخلیق ہے

"تیج"

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

آپ کے بچوں کا اخلاق بلند ہو تو انہیں فحش لٹریچر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں ۔ اس وقت مارکیٹ پر عریانی پھیلانے والے رسالوں اور کتابوں کا غلبہ چھایا ہوا ہے ، جن کے پڑھنے سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا راہ بھٹک جانا ضروری ہو جاتا ہے ۔ اگر آپ اس خطرہ سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو اپنے بچوں کو ایسے لٹریچر کا عادی بننے سے پہلے ہی اچھے رسالے کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینا اپنا فرض سمجھیں ورنہ بعد میں پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا - کہانیاں پڑھنے کا شوق سبھی نوجوانوں کو ہوتا ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان کہانیوں کے ذریعے ان کے نازک جذبات کو بھڑکانے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو ، ایسی حالت میں ذمہ دار اصحاب کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ محتاط ہو کر جہاں خود ایسے فحش لٹریچر سے بچیں وہاں اپنی اولاد کو بھی راہ راست پر رکھنے کی غرض سے انہیں بہترین قسم کی کہانیاں اور مضمون پڑھنے کی عادت ڈالیں آپ کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسالہ "شکتی" ہندی کا اجرا کیا گیا ہے ، نمونہ مفت سالانہ چندہ [illegible] منگوا لیجئے - منیجر رسالہ "شکتی" ہندی اندرون اجمیری گیٹ دہلی

ہندوستان ہمارا

از قلم
شری نوبت رائے جی شوخ

کتنے عروج پر ہے ہندوستاں ہمارا — ہے آسمانِ عظمت گویا نشاں ہمارا

درسِ عمل جہاں سے ملتا ہے اک جہاں کو — اب اُس مقام پر ہے ہندوستاں ہمارا

نہرو رواں دواں ہے گاندھی کے نقش پا پر — منزل رسیدہ سمجھو اب کارواں ہمارا

ہمت کا آسماں وہ سالارِ کارواں ہے — ہر ہر قدم ہے جس کا آرامِ جاں ہمارا

طالب ہے امنِ عالم کی پالسی ہماری — ہو کر رہے گا قائل سارا جہاں ہمارا

ہم صلحِ کل کے حامی ہیں سازگارِ ہستی — دامانِ دوستی ہے دشتِ اماں ہمارا

تخریب کا مخالف تعمیر پر فدا ہے — نہرو کی پیروی میں ہر نوجواں ہمارا

تائیدِ حق سے ہوں گے ہم کامیابِ منزل — ہے راہِ راستی پر اب کارواں ہمارا

غالب ہے مشکلاتِ حائل پہ عزمِ راسخ — منہ دیکھتا ہے حیرت سے یہ آسماں ہمارا

پابندیاں فرائض کی اپنی جان پر ہیں — راہِ عمل میں ہوتا ہے امتحاں ہمارا

موجب رضائے حق کی ہے راستی ہماری
اے شوخ! بے خطر ہے ہندوستاں ہمارا

انسانی تقدیر

دوسری قسط



کیونکہ کوئی ایسی مشکل نہیں جو قوت، ثابت قدمی اور طاقت سے آخرکار مغلوب نہ ہو سکتی ہو یہی صفت اُسے نچلے طبقات کی زندگی پر شرف دینے والی ہے خوش اور کامیاب زندگی کی یہی شرط واحد ہے، کہ ہم قسمت پر جھوٹا یقین نہ رکھیں بلکہ جس حالت میں پیدا کئے یا رکھے گئے ہیں اُن کی تمام ذمہ داری اپنے سر پر رکھیں اور اِن کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں یونہی تقدیر کا رونا روئے جانا فضول ہے محض تقدیر پر ہی شاکر رہنے کی بجائے جملہ حالات کا بغور مطالعہ کرکے جہاں جہاں ہماری زندگی میں تکالیف اور مشکلات ہیں وہیں اُن کا صحیح صحیح حل ڈھونڈنے کی جدوجہد کرنی چاہیئے کیونکہ ہماری دُنیا کے سوالات آخر مادی دُنیا میں ہی حل ہو سکتے ہیں، محض صبر و قناعت کی خیالی دُنیا میں تسلی ڈھونڈنے میں کبھی حقیقی حل نہیں مل سکتا اس سلسلہ میں صبر و قناعت کی دُنیا میں تسلی ڈھونڈنا بیداری کی کمیوں اور نقصوں کو خوابات میں پورا کرنے کی کوشش کے مترادف ہے بھلا پرندہ کے سایہ پر تیر چلانے سے کبھی پرندہ شکار ہو سکتا ہے؟

انسان دُنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ اپنی گزشتہ غلطیوں کے بدلے رونا دھوتا رہے یا قسمت پر نالاں رہے وہ دُکھ کی جڑوں پر آری چلا سکتا ہے یعنی اپنی خود پیدا کردہ کوشش اور ہمت سے دُکھ کے اوپر اُٹھ سکتا ہے،

بہادر لوگ سخت ترین رکاوٹوں سے اپنا راستہ نکال لیتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اچھے حالات کامیابی میں مدد دے سکتے ہیں اور بُرے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں لیکن جس شخص میں اٹل ارادہ ہے اس کے لئے مشکلات بھی تازیانہ جوش و خروش و سرگرمی ہو جاتے ہیں یعنی جہاں بقول ایک شاعر

سہ آئے ہیں تیرے در پر کچھ کر کے اُٹھیں گے

یا وصل ہی ہو جائے گا یا مر کے اُٹھیں گے

جہاں ارادہ اٹل ہے وہاں بُرے اتفاق اور مشکلات محض تاخیر ہی پیدا کر سکتے ہیں اور لیکن قوی ارادہ انسانی مشکلات کو دیکھ کر اُن سے دور نہیں بھاگتا اور نہ ہی اُن کے سلسلہ میں پیدا ہونے والی بےبسی اور بےکسی سے مغلوب ہو کر ان کی اطاعت قبول کرتا ہے کیونکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اٹل ارادہ کی غیر ارادی قوت اور طاقت کے سامنے قدرت کی جملہ مادی قوتیں اور طاقتیں انجام کار سر جھکانے کے لئے مجبور ہو جاتی ہیں دیگچی میں دال ڈال کر چولھے پر رکھنے کے باوجود بھی نہ گلے تو جان لینا چاہیئے کہ یا تو دیگچی کے نیچے آگ بالکل نہیں جلی اور یا جلی ہے تو بہت ہی کم جلی ہے جس کی وجہ سے دال نہیں گلی بعینہ اگر تمہاری جدوجہد اور کوشش کے باوجود تمہیں کامیابی کی دلہن کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ یا تو صحیح اور درست کوشش ہی نہیں کی گئی یا اگر کی گئی ہے تو پورے عقلمندانہ جوش و خروش سے نہیں کی گئی۔

جیسے ننھے ننھے پھولوں کے پودوں کو اپنی نشو و نما اور شگفتگی کے لئے سورج دیوتا کی روشنی اور حرارت کی اشد ضرورت ہے ایسے ہی کمزور اور مشکلات میں پھنسے ہوئے انسان کے لئے اپنی ترقی کے لئے بہادرانہ خیالات ضروری ہیں، کوئی یہ خیال کرے کہ میرا پاؤں دُکھ درد کے نوک دار کانٹے سے زخمی نہ ہو یا مجھ پر کسی قسم کی تکلیف نازل نہ ہو ایسا ہونا ناممکنات سے ہے کوئی بھی کیوں نہ ہو نشیب و فراز سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ہر ایک مشکل اور تکلیف ہمارے ہی گزشتہ عملوں یا خیالوں کے سلسلہ میں بطور جواب ہمیں پیش آتی ہے نہ تو کوئی اس قانون "عمل اور ردِ عمل" سے بچ سکتا ہے اور نہ اُسے کوئی توڑ سکتا ہے اگر کچھ ہو سکتا ہے تو [illegible] ہے کہ ہم بہادرانہ طور پر اِن کا

مقابلہ کریں اور ان کا اپنے دل پر اثر نہ ہونے دیں یا بالکل کم ہونے دیں دل کی مضبوطی اور کوشش سے دُکھ کے اثرات کو اس قدر کم کر دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ کچھ ہے ہی نہیں، ہم رائی کو پہاڑ بنا سکتے ہیں یا پہاڑ کو رائی خیال کر سکتے ہیں یہ بات بالکل ہمارے ہاتھ کی ہے اس طرح مشکل سے مشکل اور بڑے سے بڑے ضرر رساں اتفاقوں کا اثر زائل ہو سکتا ہے پہلے پہل ایسا کرنا از حد مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے اگر ہمت اور استقلال کو اپنا رہنما بنا لیا جائے تو پھر ایسا کرنا ہماری طبع ثانی ہو جاتا ہے،

اس سلسلہ میں یہ بات بھی بخوبی سمجھ چھوڑیں کہ بعض اوقات درحقیقت کوئی دُکھ یا بُرا اتفاق نہیں ہوتا انسان اپنے دل میں جمے ہوئے وہم اور ولولے کے باعث بے سود پریشان خاطر ہوتا ہے اکثر ہم پرانے تاثرات کے باعث بالکل معمولی دُکھ کو بڑا خیال کرنے یا گزشتہ دکھوں کی یاد کو تازہ کر کے افسوس ناک بنے رہنے سے زندگی برباد کرتے رہتے ہیں۔ انسان قدرت کی مخلوق نہیں وہ اپنے اردگرد کے حالات میں بے انداز تبدیلیاں پیدا کر سکتا ہے، اس کی کامیابی اور خوشی کا انحصار اُس کی اپنی اندرونی ذات پر ہے نہ کہ کسی بیرونی ہستی کے قہر یا بدقسمتی کی ناراضگی پر، جب تک وہ خود بہتر ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اُس کے اردگرد کی دُنیا کے اعلےٰ ہونے کی کوئی اُمید نہیں اُس کی بہتر قسمت کا گہرے سے گہرا راز خود اُس کی روح کے اندر موجود ہے کیونکہ وہ لامحدود ذات خالقہ کے ظہور کا ایک باخبر مرکز ہے بیرونی حالات خواہ کیسے ہی ہوں اُن پر غلبہ پانے کی طاقت اس کی روح میں بھری پڑی ہے یا یُوں کہ ہمت اور طاقت کا سرچشمہ اُس کے اندر موجود ہے اُسے نشوونما کرنا اور کمال پر لے جانا اُس کا اپنا کام ہے، طاقت کا چشمہ محض صحیح جدوجہد سے پھوٹ سکتا ہے وہ اپنی حقیقی فطرت کے زیر اثر خود اپنی انسانیت کو تبدیل اور منفرد کرنے کا پورا پورا استحقاق رکھتا ہے وہ چاہے تو اپنی دُنیا کو جنت اور جہنم بنا سکتا ہے اُس کے لئے کسی قسم کی قدرتی مجبوری اور لاچاری نہیں، قدرت تو نہایت صاف شفاف شیشہ کی مانند ہے وہی منہ اُس میں دکھائی دیگا، جس کے ساتھ کوئی اُس میں دیکھے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ بُرے اتفاق یا مشکلات کا شاکی ہونے کی بجائے اُنہیں منظور کرتا ہوا اُن کا جرأت اور دلیری سے سامنا کرنے اور ہمت اور استقلال سے اردگرد کی دُنیا کو تبدیل کر دے، جب وہ ہمت اور کوشش سے ایسا کرنا شروع کر دیگا تو کائنات کا ہمہ گیر اور عالمگیر ارادہ اس کے ساتھ ایک ہو جائے گا۔

کامیاب زندگی کے لئے ایک طرف تو اپنے سے بالکل الگ تھلگ یا جُدا گانہ خالق اور خدا کے پرانے دھرم کے خیالات کا بلیدان کرنا ہوگا دوسری طرف اپنے ہی اندرونی اور ناقابل جُدائی خدا پر بھروسہ اور اعتماد کرنا ہوگا۔ کیوں کہ جزو (بندہ) اور کُل (خدا) دونوں ایک ہی لامحدود اور غیر منقسم حقیقت کے دو پہلو ہیں روز ازل سے مقرر ہوئی اٹل تقدیر پر اعتبار کرنا حضرت انسان کا اپنی انسانیت اور اپنی رُوح کی ناقابل اختتام طاقت سے گویا صاف صاف انکار ہی ہے انسان کی انسانیت یہ ہے کہ وہ جن حالات میں پیدا کیا یا رکھا گیا ہے اُن کی تمام تر ذمہ داری محسوس کرنے اور اپنی ذات پر مکمل اعتماد کر کے استقلال محنت اور ہمت سے بہترین قسمت کی عمارت کو خود تعمیر کرے کیونکہ اپنی ذات پر وشواش کرنا وہ عجیب و غریب طاقت ہے جس کے مقابلے میں دیگر کُل چیزیں ہیچ ہیں، اسمارک، نپولین، لیوتھر، رام تیرتھ وغیرہ کامیاب انسانوں میں محض ایک آتم وشواش ہی تھا جس نے پے در پے مصیبتوں اور رکاوٹوں کے باوجود بھی ان کے ارادے اور ہمت کو پست نہ ہونے دیا،

کہا جاتا ہے کہ جب ولیم پٹ وزیراعظم کے عہدے سے علیحدہ ہُوا تو اُس نے ڈیوک آف ڈیون شائر کو کہا — "میرے سوائے اور کوئی دوسرا شخص اس عہدے کے لائق نہیں" گیارہ ہفتے انگلستان بغیر وزیراعظم کے رہا اس کے بعد بادشاہ اور پارلیمنٹ نے ولیم پٹ کی خدمات کی اشد ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو دوبارہ اپنے پہلے عہدہ پر بحال کر دیا۔ یہ ہے ذات پر اعتماد کی مثال اس سلسلہ میں شری سوامی ویویکانند جی فرماتے ہیں :—

"پس اول اپنی ذات پر اعتماد کرو پھر کسی اور پر۔ تاریخ دُنیا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے اپنی ذات پر اعتماد کیا ہے انہیں ہی عظمت اور طاقت میسر ہوئی قوموں کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن اشخاص نے اپنی ذات پر اعتماد کیا ہے انہوں نے ہی طاقت و عظمت حاصل کی ہے یہیں ہندوستان میں ایک انگریز محرری پر مقرر ہو کر آیا تھا، مفلسی اور بعض وجوہات سے تنگ ہو کر

دو دفعہ اُس نے خودکشی کرنی چاہی مگر چونکہ اُسے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی اس واسطے اُسے یقین واثق ہو گیا کہ میں کارہائے عظیم کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں یہی شخص ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا بانی یعنی لارڈ کلایو ہے ۔ اگر وہ پادریوں کی باتوں پر جا کر ہمیشہ خضوع و خشوع کرتا رہتا کہ ابھی میں کمزور اور کمینہ ہوں تو اُس کا ٹھکانہ کہاں ملتا پاگل خانے میں ۔ اس قسم کی تعلیم ناقص نے بہتوں کو دیوانہ بنا دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے تمام دُنیا میں پھر کر یہی دیکھا ہے کہ عجز و نیاز کی اس ناقص تعلیم سے نوع انسان غارت ہوتی چلی جاتی ہے ، ہمارے بچوں کو بھی یہی تعلیم ملتی رہی ہے بس تعجب کیا ہے کہ وہ نیم وحشی و دیوانے ہیں ۔

(باقی پھر)

ضروری نوٹ

۱ ۔ رسالہ ادم کا سالانہ چندہ ۶/۴/۰ روپیہ مقرر ہے لیکن وی پی منگوانے پر ۸ ر زائد ہوں گے ۔ اس لئے ہر صورت میں آپ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کریں ، تاکہ آپ کو خواہ مخواہ آٹھ دس آنے زائد نہ دینے پڑیں ۔

۲ ۔ چندہ سالانہ مبلغ چھ روپیہ چار آنے ہیں سالنامہ کے علاوہ دھارمک موقعوں پر شائع ہونے والے خاص نمبر بھی ملیں گے ،

۳ ۔ **تلسی کرت رامائن** ۔ معہ دوہے چوپائیاں و ارتھ اردو میں با تصویر ، مضبوط جلد میں ملبوس سفید ولیتی کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ، دیگر بھی ہر قسم کی دھارمک کتابیں ہمارے دفتر سے مل سکتی ہیں ۔

۴ ۔ **یوگ آسن پرانایام** ۔ مصنفہ شری سوامی شوانند جی سرسوتی ۔ اس پستک کا سارا مضمون رسالہ ادم کے اُپاسنا انک میں شائع ہو چکا ہے ، اُپاسنا انک کی قیمت دو روپے ہے ڈاک خرچ ۱/۱۲/۰ علاوہ ہے ، رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف ہوگا ،

۵ ۔ **جیون رہسیہ** (ہندی زبان میں) پروفیسر نرمل چندر جی کی شخصیت عالم روحانیت میں محتاج تعارف نہیں ہے آپ نے راشٹریہ بھاشا میں یہ پستک لکھ کر اس میں بے بہا اضافہ کیا ہے ۔ اس میں زندگی کے رازوں کو اس طرح کھول کر رکھ دیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے ہما سچل جیون ، جیون مکتی اور پرم آنند کا سیدھا راستہ مل جاتا ہے روحانی حقیقت کے طالبوں کے لئے یہ کتاب ایک بے نظیر تحفہ ہے ، قیمت ۱/۱۲/۰ علاوہ ڈاک خرچ ۰/۱۰/۰ ۔

۶ ۔ رسالہ ادم دہلی کے گذشتہ سالنامے رعایتی قیمت پر خریدیں ، مہابھارت انک اعلیٰ کاغذ ۱/۱/۰ روپیہ ، ہندو دھرم انک ۱/۰ روپیہ ناراین انک ۲/۴/۰ اپاسنا انک ۲/۰ روپیہ یوگ انک ، ۲/۰ روپیہ ۔

۷ ۔ ایشور درشن کے ابھیاس ۱/۸/۰ شانتی کے گرد ۱/۴/۶ آنند کی شاہی سڑک ۱/۶/۰ امرت سرود مکمل مجلد ۶/۱/۰ روپیہ ، امرت سرود پہلا ایڈیشن دیباچہ بلا جلد ۱/۱۲/۰ روپیہ ۔

دیگر مفید کتب ۔ ارمغان سخن ۲/۸/۰ خمخانہ خورشتر ۲/۰ رتن رامائن ۲/۸/۰ رعایتی قیمت صرف ۱/۴/۰ روپیہ ڈاک خرچ ۱/۱۲/۰ علاوہ ، سوامی رام تیرتھ جی کے حالات زندگی مصنفہ ماسٹر پرکاش لال بی اے قیمت دو روپے رعایتی ۱/۸ روپیہ ٹھنڈر گاندھی قیمت ۱/۸/۰ رعایتی ۲/۰ روپیہ ٹیلی فون گرل ۱/۸/۰ روپیہ ۔

باوا انگیبنہ سنگھ جی کی تصنیف

وید انوبچن کا سار

قسط ۲

از قلم
شری
گنگا دھر جی
تسنیم ایم اے

جل رہا ہے آگ کے بل پر ہی اس دنیا کا کل ۔۔۔ آگ کی بنیاد پر قائم ہے دنیا کا محل
آگ اس کا منہ ہے جس کے راستے کھا کر غذا ۔۔۔ تیرے ہاتھ اور منہ سے وہ ارباب کو ہے پالتا

پھر کہا "رازِ حقیقت اور عرفاں کے لئے ۔۔۔ میرے بیٹے! تیرا حق ہے وید دیتا ہوں تجھے"
"آدمی کھاتا ہے جب ہوتا ہے یہ بھی اک ہون ۔۔۔ جس طرح کی ہو غذا بنتے ہیں ویسے قلب و تن

اس طرح برہما نے جب تخلیق موجودات کی ۔۔۔ ہوم کی بنیاد پر ہے ابو البشر کی ذات کی
پھر دعا دی "یگیہ تیری آرزو پوری کرے تو تو ۔۔۔ یگیہ پورن کر کے تا سے توڑ سے انگ سے" (شری بھگوت گیتا ادھیائے ۳)
رحمتِ خلاق کیوں ان پاک بازوں پر نہ ہو ۔۔۔ یگیہ کر کے دیوتاؤں کا بچا کھاتے ہیں جو
جو پکاتے ہیں فقط اپنے ہی کھانے کے لئے ۔۔۔ ایسے ہی خود کام ہیں دوزخ میں جانے کیلئے
اُگتا ہے سارے جانداروں کو یہ اچھا اناج ۔۔۔ گر نہ ہو بارش تو ہو سکتا نہیں پیدا اناج
بارشیں ہوتی ہیں قربانی سے اور ایثار سے ۔۔۔ اور قربانی نہیں ہوتی کبھی بے کار سے (۲) ایپیسوڈ
وہ محیطِ کُل ہے اور ہے ذات اس کی لایزال تو ۔۔۔ یگیہ میں موجود رہتا ہے یہ چشم بالکمال
سوم گھی میں گھی زمیں میں اور زمیں انسان میں ہیں ۔۔۔ سلسلہ سے اپنا جوہر پا رہے ہیں پران ہیں
آدمی عورت میں اپنے پریم کا کرتا ہے ہوم ۔۔۔ سلسلہ تولید آدم کا ادا کرتا ہے ہوم
چاند سے ملتا ہے سورج تیرگی سے روشنی تو ۔۔۔ رات سے ملتا ہے دن چلتی ہے یونہی زندگی
یہ حرارت سے رطوبت کا ہے وصلِ عارضی تو ۔۔۔ جلتا ہے دیپک سے دیپک پھیلتی ہے روشنی

آگ میں جلتے ہیں جب شو کی وقتِ آخر آہوتی تو ۔۔۔ آگ سے چلتی ہیں راہیں تین پھر انسان کی
پتریان اور دیویان سڑکوں پہ چلتے ہیں بشر ۔۔۔ ایک ہیں ہستی سے واقف دوسری میں بے خبر
یونہی بھٹکتی پھرتی رہتی ہے جسمی زندگی تو ۔۔۔ سلسلہ کب سے ہے یوں کس کو ہے اس سے آگہی
وید کہتا ہے کہ اس دنیا کی ہے بنیاد آگ تو ۔۔۔ آگ آگے آگ پیچھے، انت آگ اور آد آگ

---

(۱) صفات ثلثہ ست رج اور تم کے حدود و قیود میں رہ کر انسان دیوتاؤں کے بھوگ کا وسیلہ بنتا ہے اور ان کے دم کی سی زندگی بسر کرتا ہے اس مادی دائرہ سے باہر نکل کر روحانی اور ربانی زندگانی کا حقدار بنتا ہے۔

صورتِ فعل آپ لے جاتی ہے معنی کی طرف
کشف سے پہلے جہاں میں ہے عمل کا اہتمام
کشفِ نورِ ذات سے ملتا ہے وہ قلبی سکوں
عدل ہیں اعمال نیک و بد کا ثمرہ نیک و بد
دید جاناں سے ذرا فرصت نہیں ملتی وہاں
کشف کی تحقیق کو کیونکر کرے کوئی بیاں

پیدا کرتی ہے مگر قدرت میں موتی یہ صدف
شاہراہِ شغل پر چلنا ہے سب کو لاکلام
جس کے آگے دیوتاؤں کا تکبر سرنگوں
فضل کے دربار میں اعمال سارے مسترد
بات پوچھے کون نیکیوں اور ہونوں کی وہاں
دید میں نیتی نیتی کہہ کر بند کرتا ہے زباں

دلو رام کوثری

میری جاں! یہ وشو اک میٹھا رسیلا گیت ہے
پریم سے کرتے ہیں امرت پان جو آگاہ ہیں

اور اس سنگیت کی لے اور دھرتا پر بیت ہے
پریم سے پاتے ہیں وہ نروان جو آگاہ ہیں

خیالات کی اندرونی دُنیا

مہاتما جیمز ایلن کی حقیقت بیانیاں

انسان خود ہی اپنی خواہش اور مصیبت کو بناتا ہے وہ انہیں آپ ہی پیدا کرتا اور جاری رکھتا ہے یہ حالتیں باہر سے اس پر طاری نہیں جاتیں۔ بلکہ اس کی اندرونی حالتیں ہیں۔ ان کا سبب نہ تو خدا یا شیطان ہے اور نہ ہی بیرونی حالات بلکہ ان کا سبب واحد خیال ہے، خوشی اور غمی دونوں اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اور اعمال خیالات کا نتیجہ ہیں۔ ذہن کا مستقل رویہ چال چلن کی روشوں کا فیصلہ کرتا ہے اور چال چلن کی روشیں اپنے جوابِ عمل میں خوشی اور غمی کی حالتیں پیدا کرتی ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ان حالتوں کو بدلنے کے لئے خیال کو بدلنا ضروری ہے اگر ہم غمی کے بدلے خوشی حاصل کرنا چاہیں، تو ضروری ہے کہ مستقل رویہ اور چال چلن کی اس روش کو جو مصیبت کا باعث ہے بدل ڈالیں، نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ زندگی اور ذہن میں خوشی کا ظہور ہونے لگے گا،

جبتک انسان خود غرضانہ طریق پر سوچتا اور عمل کرتا ہے وہ خوش ہونے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا اور اسی طرح جب وہ بے غرضانہ روش پر سوچتا اور عمل کرتا ہے۔ وہ خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جہاں کارن ہوگا وہاں اس کا ریہ بھی پایا جائے گا۔ انسان معلولات (کاریوں) کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہاں اُسے اسباب (کارن) بدلنے کا اختیار ہے، وہ اپنی طبیعت کو پاکیزہ اور چال چلن کو از سرِ نو بنا سکتا ہے، اپنے اوپر فتح پانے میں بڑی طاقت ہے اور اپنے آپ کو بدل ڈالنے میں بڑا لطف ہے۔

ہر ایک انسان اپنے خیالات سے گھرا رہتا ہے۔ مگر وہ تبدریج اُن کو وسعت دے سکتا ہے۔ اپنے ذہنی کرہ کو بڑا اور بلند بنا سکتا ہے، وہ ادنےٰ کو چھوڑ کر اعلےٰ تک پہنچ سکتا ہے وہ تاریک اور نفرت انگیز خیالات سوچنے سے باز رہ سکتا ہے اور اس طرح شاندار اور خوبصورت کو دل میں جگہ دے سکتا ہے اور جب وہ ایسا کریگا۔ تو وہ طاقت اور خوبصورتی کے اعلےٰ چشمہ تک پہنچے گا۔ اور ایک مکمل تر ہستی سے آگاہی حاصل کرے گا۔

کیونکہ لوگ اپنے اپنے خیالات کے مطابق ادنےٰ یا اعلےٰ طبقوں میں رہتے ہیں۔ ان کی دُنیا ویسی ہی تنگ و تاریک ہوتی ہے، جیسی کہ وہ خیال کرتے ہیں یا ویسی ہی وسیع اور شاندار ہوتی ہے،

جیسی کہ اُن کے سمجھنے کی قابلیت، اِن کے اِرد گرد کی ہر ایک شے اِن
کے اپنے خیال کے رنگ میں رنگی ہوئی دکھائی دیتی ہے، ذرا اُس آدمی
کی حالت پر غور کرو، جس کے ذہن میں بدگمانی، خود غرضی اور حسد کے خیالات
بھرے ہوئے ہیں۔ اُسے ہر ایک شے کیسی چھوٹی، اونی اور غمناک سی
معلوم ہوتی ہے، وہ اپنے اندر کسی طرح کی عظمت نہ رکھتا ہوا۔ اسے
کہیں بھی باہر نہیں دیکھتا، خود شرافت سے محروم ہو کر اُسے کہیں شرافت
دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں تک کہ اُس کا خدا بھی لالچی اور رشوت خور ہوتا ہے
وہ تمام مردوں اور عورتوں کو اپنی مانند ہی حقیر اور خود غرض خیال کرتا ہے
یہاں تک کہ وہ بے غرضی کے نہایت اعلیٰ درجہ کے کاموں میں بھی کمینے
اور ادنیٰ قسم کے محرکات دیکھتا ہے۔ اب اِس شخص کی حالت کا خیال
کرو، جس کا دل بدگمانی سے پاک، فیاض اور عالی ہمت ہے اس کی
دنیا کیا ہی عجیب و غریب اور خوبصورت ہوتی ہے وہ تمام مخلوقات
و موجودات میں ایک طرح کی شرافت پاتا ہے وہ لوگوں کو بطور صادق
اور سچے ہونے کے دیکھتا ہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ سچائی کا
برتاؤ کرتے ہیں۔ اس کی موجودگی میں کمینے سے کمینہ آدمی بھی اپنی فطرت
کو بھول جاتا ہے اور اُس وقت کے لئے اُس کی مانند ہی ہو جاتا ہے
اس طرح گویا وہ اوپر اُٹھ کر چیزوں کو اعلیٰ ترتیب کو بے انداز شرافت
اور خوشی کی زندگی کی عارضی جھلک دیتا ہے،

اس قسم کے تنگ دل اور فراخ دل آدمی اگرچہ پڑوس میں
بستے ہوں یا مختلف دنیاؤں میں رہتے ہوں۔ اُن کے ذہن میں بالکل
ہی مختلف اُصول کام کرتے ہیں۔ اُن کی اخلاقی بصیرت بالکل متضاد
ہوتی ہے، دو لو دنیا میں مختلف قسم کا بند و بست دیکھتے ہیں۔ اُن
کے ذہنی کرّہ اُن دائروں کی طرح ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں،
جو کبھی آپس میں نہیں ملتے حقیقی طور پر ایک تو نرک میں رہتا ہے اور دوسرا
سورگ میں باس کرتا ہے۔ ایک کے لئے دنیا چوروں کی غار ہے اور
دوسرے کے لئے دیوتاؤں کا نواس استھان۔ ایک تو اپنے ہاتھ میں
بندوق لے کر اپنے آپ کو ٹھگوں اور ڈاکوؤں سے بچانے کی کوشش
میں ہے، اور اس بات کو نہیں جانتا کہ وہ خود اپنے آپ کو ہی ٹھگنے
اور لوٹنے میں مصروف ہے اور دوسرا بہترین آدمیوں کے لئے ضیافت
تیار رکھتا ہے۔ اس کے دروازے لیاقت، خوبصورتی، ذہانت

نیکی کے لئے ہر دم کھلے ہیں۔ اِس کے دوست اخلاقی شان
امارت رکھتے ہیں اور اِس کے داہنے انگ بن جاتے ہیں، وہ اُن کو
اپنے کرّہ خیال اور اپنی عقلی دنیا میں پاتا ہے۔ اِس کے دل میں
شرافت بستی ہے۔ اور اُن کثیر التعداد لوگوں کی طرف سے جو اسے پیار
کرتے ہیں۔ اور عزت دیتے ہیں، دس گنا بڑھ کر پھر اُس کی اور
لوٹتی جاتی ہے،

بے اصول اور با اصول آدمی ہمیشہ ایک دوسرے سے جُدا
جُدا رہتے ہیں۔ اجڈ اور انگھڑ لوگ شریف اور شائستہ اطوار کے
لوگوں سے اپنی ذہنی حالت کی ایک ناقابل عبور دیوار کے ذریعہ الگ رہتے
ہیں جو مستقل مزاجی اور خود اصلاحی کے ذریعہ دور ہو سکتی ہے لیکن
جس پر سے گنواری پھلانگ نہیں سکتی، سورگ کا راج کبھی زبردستی سے
پراپت نہیں ہوتا، بلکہ اُسے حاصل ہوتا ہے، جو اس کے اصول کی
متابعت کرتا ہے، شریر آدمی شریر لوگوں کی سوسائٹی کے اندر نقل
و حرکت رکھتا ہے اور سدت پرش اُن مہا پرشوں میں مست ہوتا ہے
جن کا میل ملاپ ایک الٰہی گیت ہے، تمام لوگ ایک طرح کے
آئینے ہیں، جو اپنی اپنی سطح کے موافق انعکاس کا کام دیتے ہیں،
تمام لوگ آدمیوں اور چیزوں کو دیکھتے ہوئے ایک ایسے آئینے میں
دیکھتے ہیں، جو ان کا اپنا عکس ہی پیش کرتا ہے،

ہر ایک شخص اپنے ہی تنگ یا وسیع خیالات کے اندر
حرکت کرتا ہے۔ اس دائرے سے باہر اس کے لئے کوئی شے ہستی نہیں
رکھتی، وہ جس قدر آپ ہو چکا ہے اسی قدر ہی جان سکتا ہے چھوٹے
میں بڑے کی سمائی نہیں ہو سکتی وہ اپنے سے اعلیٰ ذہنیوں کو سمجھ
نہیں سکتا یہ گیان صرف بتدریج ترقی سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن
جو شخص ایک وسیع کرّہ خیال میں حرکت کرتا ہے ان تمام چھوٹے
چھوٹے کرّوں کو جانتا ہے، جن سے وہ باہر نکل چکا ہے،

ہر ایک شخص ایسا ہی ادنیٰ یا اعلیٰ چھوٹا یا بڑا کمینہ یا
شریف ہوتا ہے، جیسے کہ اس کے خیالات ہوتے ہیں۔ اس سے
ذرا بھی کم و بیش نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے خیالات کے کرّہ میں
چلتا پھرتا ہے اور وہی اُس کی دنیا ہے،

صہبائے ناب

(تقدس مآب سوامی نرمل جی ویدانت نکیتن)

۱۔ ہر ایک گُل سے نمایاں ہے میرا رنگِ نمود
ہر ایک غنچے میں پنہاں ہے میری شانِ وجود

۲۔ مقام "لا" نہیں دو، وہ غیب ہو کہ شہود
حقیقت ایک ہی ہے، وہ سکوت ہو کہ سرود

۳۔ دراصل ایک ہی جوہر ہے دہر میں موجود
کرشمے محض تعین کے ہیں حدود و قیود

۴۔ میں جانتا ہوں کہ یہ دہر ہے طلسمِ نمود
مجھے غرض نہیں اس سے زیاں ہو یا ہو سود

۵۔ ہر ایک دشت ہے میرا ہی ذرۂ ناچیز
ہر ایک بحر ہے میرا ہی قطرۂ بے بود

۶۔ فسونِ حسن و محبت یہ گل کھلاتا ہے
کوئی ایاز ہے ورنہ نہ ہے کوئی محمود

۷۔ یہ رنگ لائی بالآخر عبادتِ صادق
نکل گیا لبِ عابد سے خود "انا المعبود"

۸۔ زباں تو کھول رہے ہو جنابِ شیخ مگر
کبھی بیاں میں نہ آئے گا حسنِ لامحدود

۹۔ اگر ہو عزمِ سفر مستقل تو اے نرمل
ہر ایک ذرۂ جادہ ہے منزلِ مقصود

حقائق و معارف

(شری امر چند قیس، صدر بزمِ ادب (ہوشیارپور))

۱۔ وہ محفلِ جمشید ہو یا محفلِ نمرود
دونوں کیلئے راہ ترے گھر کی ہے مسدود

۲۔ دیکھے تو کوئی آتشِ عرفاں کے کرشمے
شعلہ بھی ہے کافور تو ہے دود بھی مفقود

۳۔ ہو روح اگر سازِ خموشی سے ہم آہنگ
پھر عودِ مزامیر بھی ہے بربطِ داؤد

۴۔ خالی ہیں دل و جاں ہی اگر مہر و وفا سے
پھر ابر کی گل باری، شبنم بھی ہے بے سود

۵۔ یہ ذوقِ طلب، شانِ طلب کا ہی کرشمہ
ہر ذرۂ رہِ عشق میں ہے منزلِ مقصود

۶۔ کھل جاتے ہیں آدم پہ جب اسرارِ خودی کے
رہتا نہیں ترتیبِ عناصر میں وہ قیود

۷۔ وابستہ تغیر سے ہے عالم کی حقیقت
دم بھر میں جو موجود ہے دم بھر میں ہے نابود

۸۔ محمود صداقت ہو تو ہے فقر بھی مقبول
محروم صداقت ہو تو شاہی بھی ہے مردود

۹۔ پندار کے پردے ہی نے دیوار بنا دی
ورنہ یہ حقیقت ہے نہ عابد ہے نہ معبود

۱۰۔ دیدار سے روشن یہ حقیقت ہوئی اے قیس
مشہود بھی شاہد ہے تو شاہد بھی ہے مشہود

بھگت ور شری گیانیشور جی

از قلم
لالہ کانشی رام جی چاولہ

بھارت بھومی میں بھگوان نے عجیب و غریب اپنی پیاری ہستیوں کو جنم دیا ہے، جنم سے ہی ان کو آتمک شکتیوں سے مالا مال کر کے بھیجا ہے، بھگت ور شری گیانیشور جی بھی ویسی ہی ایک ہستی تھے ان کے پوجنیہ پتا کا نام شری وٹھل پنت تھا اور ماتا کا نام رکمنی بائی تھا۔ آپ کا شبھ جنم سمت ۱۳۳۲ میں بھادوں کرشن اشٹمی کو آدھی رات کے وقت ہوا تھا۔ یہ اپنے ماتا پتا کے دوسرے بیٹے تھے ان کے بڑے بھائی کا نام شری نورتی ناتھ تھا ایک ان کا چھوٹا بھائی تھا جس کا نام سوپان تھا۔ اور ایک چھوٹی بہن تھی جو مکتا بائی کے نام سے پرسدھ تھی، شری گیانیشور جی ابھی پانچ سال کے تھے اور دوسرے دو بچے ان سے بھی چھوٹے تھے، جب کہ ان کے ماتا پتا نے دھرم مریادا کا پالن کرنے کے لئے تروینی سنگم میں اپنا شریر تیاگ کر چاروں بچوں کو یتیم بنا دیا تھا، ماتا پتا دونوں ہی بڑے دھرماتما تھے۔ اپنے چھوٹے بچوں کے موہ کو چھوڑ کر تروینی میں شریر تیاگ دینا ان کے دھرم پریم کی حقیقت کو واضح کرتا ہے، سوپان اس وقت چار برس کا تھا اور مکتا بائی محض تین سال کی تھی۔ اس طرح سے یہ چاروں بہن بھائی اتنی چھوٹی عمر میں اناتھ ہو کر رہ گئے لیکن ایسے دھرماتما ماتا پتا کے بچے اناتھ ہو کر بھی ناتھوں کے ناتھ تھے، چاروں بہن بھائی ہی ناہر کی مورتی تھے، شری گیانیشور جی اور مکتا بائی تو خاص کر اونچے درجہ کے ایشور بھگت تھے ان کی آتما بہت بلند تھی، یہ دونوں تو خاص کر پرمیشور کی طرف سے ایک خاص مقصد کی تکمیل کے لئے آئے تھے،

چونکہ ان کا اور کوئی رشتہ دار ان کو پالنے اور سنبھالنے والا نہ تھا اس لئے ان اناتھوں نے بھیک مانگ کر اپنا پیٹ پالنا شروع کیا۔ لیکن یہ چاروں بالک بھگوت بھجن، بھگوت کتھا کیرتن اور بھگوت چرچا میں اپنا بہت سا وقت لگاتے تھے، ایکبار ان کے سامنے جو سب سے بڑی مشکل پیش ہوئی وہ ان کے جنیؤ کی رسم ادا کرنے کی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پتا سنیاسی مشہور تھے اور سنیاسی کے بالکوں کا اُپ نین یعنی جنیؤ بہت نامناسب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے آلندی کے براہمنوں نے ان کو جنیؤ دینے سے انکار کر دیا لیکن ساتھ ہی جب وہ ان بچوں کا اُتم اور سریشٹ جیون دیکھتے تھے تو ان کو دکھ ہوتا تھا کہ ایسے اچھے بالک اس پوتر رسم سے محروم نہ رہنے چاہئیں خاص کر جب ان کے پتا شری وٹھل پنت اور ماتا رکمنی بائی نے الوکک روپ سے اپنا شریر تیاگا تھا۔ اس بات کا اور بھی گہرا نیک اثر آلندی کے براہمنوں کے دل پر پڑا تھا۔ اور ان بچوں کے لئے ان کے من میں ہمدردی کا بھاؤ پیدا ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے ان کو مشورہ دیا کہ تم پیٹھن کے ودوان اور شاستر ویتا برہمنوں کے پاس جا کر سارا قصہ بیان کرو اگر وہ تمہارے اُپ نین کی آگیا دیدیں تو ہم لوگ بھی اسے مان لیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ پیدل سفر کرکے بھگوت نام کا سنکیرتن کرتے ہوئے پیٹھن پہنچے اور وہاں کے برہمنوں کے سامنے اپنی درخواست پیش کی۔ اس پر براہمنوں کی سبھا ہوئی اور بڑے بحث مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ان بالکوں کی شدھی شریمد بھاگوت کے اس شلوک کے مطابق ہو سکتی ہے جس کا ارتھ یہ ہے کہ شدھی کا طالب اپنے اوپر ہنسنے والے لوگوں کو اور نیز اپنے جسم کا یا لوک لاج کا خیال نہ کرکے گئو، کتے اور چنڈال وغیرہ سب کو زمین پر لیٹ کر پرنام کرے یعنی ان سب کو بھگوان کا روپ سمجھ کر ان کو ساشٹانگ ڈنڈوت کرے، پیٹھن کے ان برہمنوں کے اس فیصلہ کو سن کر یہ چاروں بہن بھائی بڑے خوش ہوئے اور بڑے لڑکے نورتی ناتھ نے کہا، یہ فیصلہ ہم کو منظور ہے، چھوٹے لڑکے سوپان اور بہن مکتا نے کہا "یہ بڑے آنند کی بات ہے" اور

گیانیشور نے بڑی گمبھیرتا سے فرمایا "جو آپ لوگ کہیں گے وہ درست ہے۔"

یہ فیصلہ سننے کے بعد چاروں بہن بھائی اپنے گاؤں کو لوٹنے والے ہی تھے کہ کچھ دشٹ لوگوں نے ان کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ کسی نے شری گیان دیو جی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے تو جواب ملا "گیان دیو" اس وقت پاس ہی ایک بھینسا کھڑا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرکے ایک شرارتی آدمی نے طعنہ کسا اور کہا "یہاں کا گیان دیو تو یہی ہے۔ کیا تم بھی ایسے گیان دیو ہو؟" یہ سن کر گیان دیو جی بولے "ہاں ہاں بے شک یہ بھی تو میرا ہی آتما ہے اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے" یہ سن کر ایک اور شرارتی آدمی نے ایک لکڑی لے کر ایک دو ضربات اس بھینسے پر جما دیں اور گیان دیو سے پوچھا۔ اگر یہ تمہارا آتما ہے تو کیا ان چوٹوں کے نشان تمہارے جسم پر بھی پڑے ہیں۔ گیان دیو نے کہا "بے شک" اور ایسا کہہ کر اپنا جسم ننگا کرکے دکھا دیا اور اس پر واقعی ضربات کے ویسے ہی نشانات موجود تھے۔ لیکن شرارتی لوگوں کی یہ کرشمہ دیکھ کر بھی آنکھیں نہ کھلیں۔ اور ایک اور شرارتی آدمی بولا اگر یہ بھینسا تمہارا ہی آتما ہے تو تمہاری طرح بولتا کیوں نہیں اور تمہاری مانند گیان کی باتیں کیوں نہیں کہتا۔ یہ سنکر گیان دیو نے بھینسے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ رکھتے ہی بھینسے کے منہ سے "اوم اوم" کا اچارن ہونے لگا۔ یہ معجزہ دیکھ کر پیٹھن کے برہمن اور دوسرے لوگ حیران پریشان ہو گئے اور پھر انہوں نے محسوس کیا کہ یہ ہستی کوئی معمولی نہیں ہے، یہ کوئی پربھو کا پیارا سچا بھگت ہے اور پھر وہ لوگ شری گیان دیو کے قدموں میں گر گئے تب گیان دیو جی نے کہا میں تو ایک حقیر بالک ہوں یہ سب کچھ آپ لوگوں کے قدموں کی ہی برکت ہے اس کے بعد شری گیان دیو جی نے اپنی پربھو بھگتی کے بل کے کچھ کرشمے ظاہر کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بے مثال برتا اور ان کا آتم بل دیکھ کر پیٹھن کے لوگ ان کے معتقد بن گئے اور ان کے پاس آ آ کر ان سے بھگوت نام کیرتن اور بھگوت کتھا سننے لگے چنانچہ انجام کار پیٹھن کے برہمنوں نے بڑے آدر سے اور بڑی عاجزی و انکساری ظاہر کرتے ہوئے ان کو شدھی پتر لکھ کر دے دیا

اس کے بعد چاروں بھائی کچھ عرصہ مزید پیٹھن میں ہی ٹھہرے رہے اور وہاں کے لوگوں کو آتم اپدیش اور دھرم شکشا دیتے رہے۔ انہی دنوں میں گیان دیو جی نے شری مد بھگوت گیتا شنکر آچاریہ کا بھاشیہ، شری مد بھاگوت، یوگ واشسٹھ وغیرہ گرنتھ دیکھ ڈالے اور خود گرنتھ لکھنے کا نقشہ اپنے من میں باندھ لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد پیٹھن سے روانہ ہو کر پربھو کیرتن کرتے ہوئے یہ چاروں بہن بھائی نواسے پہنچے وہاں ہی گیانیشور جی مہاراج نے گیتا کا گیانیشوری بھاشیہ لکھا یا۔ وہاں سے تھوڑے دنوں کے لئے گیانیشور جی آلندی چلے گئے۔ اس بار لوگوں نے ان کا بڑا آدر سنمان کیا۔ نواسے واپس جا کر شری گیانیشور جی نے گیتا کا بھاشیہ اپنے بھائی کے سامنے کہنا شروع کیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی بڑے بھائی کی سترہ سال کی چھوٹے بھائی کی تیرہ سال کی اور بہن مکتا بائی کی گیارہ سال کی تھی۔ شری گیانیشور جی نے اپنی اس چھوٹی سی عمر میں ہی انیک چمتکار دکھائے۔ لیکن ان سب میں زیادہ اہمیت والا ہی گیتا بھاشیہ ہے جسے "گیانیشوری" کہا جاتا ہے۔ یہ سمت ۱۳۴۷ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں آپ نے لکھا۔ اس بھاشیہ کی گنتی اعلیٰ بھاشیوں میں چوٹی کی گنی جاتی ہے اس کے بعد شری گیانیشور جی اپنے بھائی بہن کو ساتھ لے کر تیرتھ یاترا کو گئے۔ کئی اور سنت یعنی گورا، زہری اور چوکھا جی وغیرہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے تھے۔ پہلے وہ پنڈھرپور گئے جہاں وٹھل بھگوان کے درشن کئے اور وہاں سے شری نام دیو جی کو بھی ساتھ لیا اور وہ سبھی اجین، پریاگ، کاشی، گیا، ایودھیا، گوکل، بندرابن، دوارکا، گرنار وغیرہ تیرتھ استھانوں میں گئے۔ اور پھر سارے سنتوں کے ساتھ پنڈھرپور واپس آ گئے۔ چونکہ شری گیانیشور جی نے اس دوران میں عجیب و غریب کرشمے دکھائے تھے اس لئے ہر طرف ان چاروں بہن بھائیوں کا یش پھیل گیا اور جگہ جگہ سے بھگت سادھک، گیانی اور جگیاسو لوگ ان کے درشنوں کے لئے آنے لگے حتیٰ کہ اس زمانہ کے مشہور مہاتما چانگ دیو جی بھی ان کے درشنوں کو آئے۔ مہاتما چانگ دیو جی خود بڑے سدھ مہاتما تھے اور لوگوں [illegible] ان کو [illegible] حاصل تھی، لیکن شری گیانیشور

جی کی آتم شکتی کے سامنے ان کو بھی سر جھکانا پڑا،

شری گیانیشور جی نے عمر بہت تھوڑی پائی یعنی صرف اکیس برس تین مہینے اور پانچ دن کی، ماگھ بدی ۱۳ سمت ۱۳۵۳ میں انہوں نے خود ہی سمادھی لے لی اور ان کے سمادھی لینے کے ایک سال کے اندر اندر ان کے باقی تینوں بہن بھائیوں اور ششیہ شری چانگ دیو جی بھی ایک ایک کر کے اس لوک سے وداع ہو کر پرم دھام کو پدھار گئے،

شری گیانیشور جی کے چار گرنتھ بہت مشہور ہیں یعنی (۱) گیانیشوری گیتا (۲) امرت انوبھو (۳) ہری پاٹ کے ابھنگ اور (۴) چانگ دیو پینسٹھی ان کے علاوہ انہوں نے یوگ واشسٹ پر بھی ایک ٹیکا لکھی تھی لیکن وہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی،

شری گیانیشور جی کی بہن مکتا بائی بھی جیون مکت کوٹی کی دیوی تھی، شری چانگ دیو جی نے اسی دیوی کو اپنا گورو بنایا تھا۔ ایک دن مکتا بائی ننگے بدن اشنان کر رہی تھی تو اتفاق سے چانگ دیو ادھر جا نکلے اور آنکھیں بند کر کے شرمندہ ہو کر واپس دوڑ گئے۔ مکتا بائی نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ کیا تم کو ابھی تک آتم تتو کی پہچان نہیں ہوئی۔ کیا تم کو محض شریر ہی دکھائی دیتا ہے۔ ایسے آتم گیان کا کیا لابھ جو چمار کے درجے سے اوپر نہیں اٹھنے دیتا اور محض چمڑے پر ہی نظر جاتا ہے۔ یہ سن کر چانگ دیو جی بلبلا کر رونے لگے اور مکتا بائی کے قدموں پر گر پڑے،

بہت تھوڑی ایسی مثالیں ملیں گی کہ جہاں ماتا پتا اور سارے کے سارے بچے گیانی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا ہی پریوار تھا۔ (ادم ششم)

غزل

از قلم
ڈاکٹر راج بہادر ورما راز

کس پہ ترا کرم نہیں کس پہ تری نظر نہیں
ڈرتا ہوں ورنہ کہہ تو دوں تجھ کو مری خبر نہیں

فطرۃً آدمی میں ہے سوز و گداز بندگی
جلوہ گہہ جمال میں جو نہ جھکے وہ سر نہیں

ہر اک نفس کی آگہی اور یہ میری کوتہی
لٹتی ہے ثروت حیات اور مجھے خبر نہیں

تارے بجھے تو کیا ہوا شمع بجھی تو کیا امید
ایسی بھی ایک شام ہے جس کی کبھی سحر نہیں

جور فلک جفائے حسن، برہمی جہاں بخیر
راز تباہیوں سے ہیں اتنا تو بے خبر نہیں

کاروانِ زندگی

از قلم
شری جگن ناتھ جی کھنہ
بی اے بی ٹی

تھے جب ہم بھی باکار اور کام کرتے
تھے بگڑے ہوئے کام پھر سب سنورتے
صبح و شام خوشیوں سے تھے جام بھرتے
تھے راحت سے وہ دن ہمارے گذرتے

ہماری بھی جب قدر تھی منزلت تھی،
عجب شان تھی، رعب تھا مکنت تھی،

تھے جب پھول کھلتے ہمارے چمن میں
تھی رونق شب و روز اس انجمن میں

سدا کامرانی قدم چومتی تھی
مسرت ہمیں دیکھ کر جھومتی تھی

تھی مسروریاں اور مخموریاں تھیں
نہ معذوریاں اور مجبوریاں تھیں

مری زندگی کا جو یہ کارواں تھا
سوئے کامیابی ہی رہنما رواں تھا

نئی منزلیں تھیں نئے مرحلے تھے
امنگیں تھیں دل میں عجب ولولے تھے
مسرت سے دائم ہم آہنگیاں تھیں
تھیں خوش پوشیاں اور خوش رنگیاں تھیں

تھیں ہوتی عجب خوبرؤوں سے باتیں،
مسرت کے دن تھے وہ خوشیوں کی راتیں

بشاشت کا گلزار ہر سو کھلا تھا
نہ کوئی شکایت نہ کوئی گلہ تھا
کہیں قہقہے تھے، کہیں چہچہے تھے،
اور خوشیوں سے دن وہ گذر سب رہے تھے

مگر مختصر یہ شب زندگی تھی
نہ کروٹ بھی بدلا، سحر ہو چکی تھی
ہوئی ختم وہ عیش و عشرت کی دنیا،
وہ خوشیوں کی بھری، مسرت کی دنیا

حسینوں کی وہ طرحداروں کی دنیا
خماروں کی دنیا نگاروں کی دنیا
محبت کی ہر دم، بہاروں کی دنیا
وہ جاں بخش ہر سو نظاروں کی دنیا

بس اب آخری منزلِ کارواں ہے
اور ہونے کو بس ختم یہ داستاں ہے
مگر یاد باقی ہے کچھ اس سفر کی
شب زندگی جیسے ہم نے بسر کی

خوشی کی جگہ اب تو ہے غم نے لے لی
جو جھیلی نہ تھیں وہ مصائب ہیں جھیلی
جو ساتھی تھے آگے نکل سب گئے ہیں
وہ طے کر کے اپنا سفر چل دیئے ہیں
جو پیچھے تھے وہ بھی بڑھے آرہے ہیں
ہیں پیدل کوئی گھوڑے چڑھے آرہے ہیں
کدھر سے ہیں آئے کدھر جا رہے ہیں
نہیں جانتے وہ چلے آرہے ہیں
حقیقی زندگی کا عجب کارواں ہے
یہ ہے اک پہیلی، یہ اک چیستاں ہے

"کام کرو پھر کام کرو" پیوستہ گذشتہ

از قلم مہاتما نندو بھائی جی مہاراج

۱۷۔ بے شمار علمی تخیلات آج کل باہم دگر ٹکرا رہے ہیں۔ فلسفہ اور سائنس سب اُبھار پر ہیں، علمی گھوڑ دوڑ کے میدان میں زور کے ساتھ گرد اُٹھ رہی ہے، یہ بہت اچھا ہے، یہ بدھ بھگوان کی سلطنت کا دور ہے، بدھی اور عقل کو اس زمانے میں فروغ نصیب ہوتا ہے، یاد رکھو جس کا راج اُس کی دہائی، جس کی سلطنت اُس کا سکہ، مچھ کچھ دراہ چل بسے، نرسنگھ بامن کا دور ختم ہوگیا، پرس رام، رام اور کرشن کا عہد مٹ گیا۔ یہ بدھ بھگوان یعنی مجسم بدھی کا وقت ہے،

۱۸۔ ڈارون صاحب یورپ کا بڑا فلاسفر گزرا ہے، جو دراصل عالی دماغ شخص تھا۔ اُس نے علاوہ اور دلائل کے دُنیا کو دو زبردست خیال دیئے ہیں۔ ایک تو ارتقائی اصول جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان قدرت کے پیدائشی اظہار کے سلسلہ میں سب سے آخری ظہور ہے، کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی صورتوں میں تبدیلی ہوتی ہوتی آخر میں چودستا (چار ہاتھ والا) بندر پیدا ہوا اور اسی بندر کی نسل سے دودستا آدمی برآمد ہوا۔ یہ انسانی خلقتی زنجیروں کی آخری کڑی ہے دُوسرا خیال زندگی کی کشمکش، جدوجہد اور ہاتھا پائی کا مسئلہ ہے، یہ دونوں خیال غلط بھی نہیں اور صحیح بھی نہیں، ہم کو ان کے تردید کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، ہاں ہم اس قدر اور لکھتے ہیں کہ ابتدا میں جو پیدا ہوا وہ انسان ہی تھا۔ اور مسئلہ ارتقا کے بموجب جو آخر میں آوے گا وہ بھی انسان ہی ہوگا، محنت مشقت اور جدوجہد کی سختی اُس وقت تک محسوس ہوتی ہے جب تک اصلی علم سے انسان محروم رہتا ہے پھر نہ کہیں جدوجہد ہے نہ ہاتھا پائی ہے۔ یہ صرف درمیانی حالت ہے، شروع شروع میں آزادی نجات اور مکتی تھی، آخر میں بھی آزادی، نجات اور مکتی ہی رہیگی۔ قید و بند اور بندھن کی صورتیں جو اس وقت نظر آرہی ہیں وہ بیچ کی ہیں۔ ایسی بندش زندگی سے نجات آئیگی۔ اور اسی کلجگ کے پیٹ سے ست جگ کو جنم لینا ہے۔ ان جملوں پر اگر ذرا اور غور کرو گے تو ممکن ہے کسی حد تک ہمارے ہم خیال اور ہم سے متفق الرائے ہو جاؤ گے، اور اگر ہمارے ہم خیال بھی نہ ہوئے تو کیا، آگے چل کر تو خود ان باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے،

۱۹۔ انسان! انسان!! انسان!!! انسان ہی سب کچھ ہے، مسلمان صوفی کہتا ہے خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، کاش اگر وہ یہ بھی ان لفظوں میں کہہ دیتا کہ "انسان ہی کی صورت پر خدا کی صورت ہے" تو مضمون اور صاف ہو جاتا، خدا اور انسان دو مختلف وجود کا قائل ہونا اگر شرک نہیں ہے تو کیا ہے لوگ گول مول کہتے ہیں، صاف صاف نہیں بولتے، صوفی کہتا ہے "خدا نے آدم کو پیدا کیا اور فرشتوں سے کہا اسے سجدہ کرو" کاش اگر اتنا اور بھی صوفی کہہ دیتا کہ آدم کے سجدہ کا خیال پہلے خود خدا کے دل میں پیدا ہوا۔ اس نے دلی اور باطنی طور پر اُس کا سجدہ کیا۔ تب اور وں کو اس کو سجدہ کرنے کی ہدایت کی۔ تو پیچیدگی جاتی رہتی۔ لیکن ایسا کہنا خلاف شریعت اور ترک ادب سمجھا جاتا ہے،

۲۰۔ اُپنشد کے رشی زیادہ صاف گو ہیں، یگیہ ولک رشی برہدارنیک اُپنشد میں صاف صاف کہتے ہیں۔ کہ شروع میں جو ظاہر ہوا وہ پُرش (انسان) ہی تھا، پھر خلقت کی پیدائش یا سرشٹی اُتپتی کا نغمہ ادم کے ساتھ گانا شروع کرتے ہیں۔

۲۱۔ انسان اس قدرت کی جان اور روح رواں ہے کون اُس کی حیثیت اور اہمیت کا علم رکھتا ہے، جس دن اس علم کی روشنی پھیلے گی۔ اُسی دن انسان اصلی انسان کی صورت میں نمودار ہوگا ہمودار تو وہ اب بھی ہے، غفلت کا پردہ آنکھوں پر پڑا ہوا ہے۔ اس لئے نظر نہیں آتا۔ اس کا علاج صرف کام، محنت اور کوشش ہے ان کے بدلہ میں خود بخود اپنا علم ہونے لگے گا، اور ہوتا جائیگا، جبتک یہ علم نہیں ہوتا تب تک پریشانی، حیرانی، سرگردانی اور بیتابی ہے،

ناظرینِ "اوم" کی سیوا میں نویدن

(۱) خط و کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط صاف اور مکمل لکھا کریں اور ساتھ ہی اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں، تاکہ جلدی تعمیل ہو سکے، بعض سجن چٹھی میں اپنا نام لکھنا ہی بھول جاتے ہیں، پھر جواب نہ ملنے پر سخت الفاظ بیں گلہ کرتے ہیں، لیکن اپنی غلطی پر غور نہیں کرتے۔ اگر پتہ اور نام ہی درج نہ ہو، تو جواب کہاں دیا جاوے، (۲) پرچہ ہر انگریزی ماہ کی ۲۴ یا ۲۵ تاریخ کو نہایت باقاعدگی کے ساتھ ارسال کیا جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو وقت پر پرچہ نہ ملے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ راستے میں گم ہو گیا ہے اپنے ڈاک خانہ سے دریافت کرنے کے بعد اور ایک ہفتہ انتظار کر کے ہمیں چٹھی لکھ دیں ہم دوبارہ پرچہ بھیج دیں گے،

۳۔ رسالہ "اوم" کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر صرف ۴/۱۲/۰ روپیہ ہے، ہر دھرم پریمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے لواحقین کو اوم کا سرپرست بننے کی پریرنا کرے تاکہ اس دھارمک کاریہ کو سپھلتا پراپت ہو،

۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ بھیجنے کی کرپا کریں۔

"مینیجر"

قریب المرگ شاہ اورنگ زیب کا خط
بیٹے اعظم کے نام

از:-
لالہ دولت رام
لیڈری بی آئی ٹی

پُتر اعظم دساں کی حال تینوں جیہڑی گذر رہی اے میرے نال بیٹا
دُکھاں نال ہُن ہوئی بھیڑ بڑی جندڑی ہنوں جیونا ہویا دبال بیٹا
شکل ہو مناں دی کم کافراں دے کیتی راہ بھیڑی اختیار بیٹا
شکی پالسی نال بنا دتے سبھے اپنے ہیں، اغیار بیٹا
بازو ودھے بھرا جو ختم کیتے ساری کُل نوں داغ لگا بیٹا
مطلب کڈھ مُرادنوں دغا نال کیتا ذبح اوہ شیر بھرا بیٹا
سیوا جی دیاں ہیں چال چلیا چالوں ہو گیا ہائے بیحال بیٹا
شاہجہان ذلیشان ہیں باپ تائیں قید سٹ کر دتا بیحال بیٹا
جزیہ لا کے ہندواں تے مندر ڈھا کے کیتا بڑا بیٹا
خود غرضیاں دا ہیں شکار ہو کے دھوکے نال دتے بھائی مار بیٹا
جنہاں تائیں ہیں مار شہید کیتا بنے بھوت اج سبھے ڈران بیٹا
نیند ر آوندی نہ جیکر آ جاوے اُٹھاں کنبدا ہیں اک آن بیٹا
خود دکیتیاں اج نے پیش آئیاں جیا ڈولدا سخت حیران بیٹا
بابی اتی پاپی گنہگار ڈاڈھا ساری عمر ہیں رہیا شیطان بیٹا
نشے وچ حکومت دے مست ہو کے ظلم ستم کمال ہیں ڈھائے بیٹا
اگ دوزخی مینوں ودیکھی اے جیتا فکر مینوں اج کھائے بیٹا
شرمسار ڈاڈھا اج حال دلدا تینوں اعظما دساں نہ بیٹا

دِسے چار چوفیر اندھیر مینوں نظر آوندا اے پیا کال بیٹا
اورنگ زیب نہ زیب اورنگ رہیا مٹ گیا سب رعب جلال بیٹا
دھوکے مکر تلوار دے نال میں تاں عمر بھر کیتی مار و مار بیٹا
کسے اُتے نہیں اعتبار کیتا میرا کرے نہ کوئی اعتبار بیٹا
دارا ماریا نال بے ترسیاں دے کیتا دلوں نہ خوف خدا بیٹا
دتا موت دے گھاٹ اتار اوہنوں جیہڑا نیک دی ہوئی نگاہ بیٹا
ست نامی بید و سیاں تائیں کیتا تلے ہاتھیاں دے پائمال بیٹا
کیتا دید لحاظ نہ دلوں کوئی قیدو لی توت نے اوہنوں نکال دتا
بنجاں سختیوں کسے نوں چھڈیا نہ جھلے لوک سب کیتے ناچار بیٹا
شجاع تائیں ہیں دِتا نسا ہندوں تیر لو تیرے کیتے گرفتار بیٹا
دنے چین نہ رات آرام مینوں فکراں وچ ہیں ہویا غلطان بیٹا
سدا پاپ ہوندا تا شکست پاپیا ندا اج سمجھیا رب دی فرمان بیٹا
روز حشر دے میرا کیہہ حشر ہوسی بھیڑے کماں کیتا پشیمان بیٹا
لیا جگ چڑیاں جدوں کھیت احمق اوہ فضول بیٹھے پچھوتان بیٹا
روز حشر دے کیہہ جواب دیساں اِہ خیال جد آئے ڈرائے بیٹا
ڈگ ڈگ پیندا راہ دسدی نہ میری پیش اج ملوں نہ جائے بیٹا
بڈھے باپ خاطر اگے رب دے توں من نِتاں کریں دعا بیٹا

تیرے جیاں نہ میرا ہمدرد دِسے میرے پاپ گناہ بخشا بیٹا!
فانی جگ وچوں تیرا باپ فانی تیرے کولوں ہو رہیا جدا بیٹا

گیان ویراگیہ کی کتھائیں

قسط دوم

از قلم شری سوامی پرمانند جی مہاراج پرمہنس

چیونٹی کی کتھا:- ایک چیونٹی نمک کے پربت پر رہتی تھی، دوسری ایک مصری کے پربت پر رہتی تھی۔ ایک دن وہ نمک کے پربت والی چیونٹی مصری کے پربت والی چیونٹی کے پاس گئی اور اس کو ہرشٹ پشٹ اور پرسن مکھ دیکھ کر پوچھنے لگی، بہن! تمہارا مکھ بڑا پرسن دکھائی دیتا ہے اور تمہارا شریر بھی بڑا ہرشٹ پشٹ ہے، تم کو ایسا کون سا پدارتھ کھانے کو ملتا ہے جس کے سیون کرنے سے تم سدا ہی آنند رہتی ہو۔ اس نے کہا میں مصری کے پربت پر رہتی ہوں، من مانی مصری کو کھاتی ہوں اس کے کھانے سے میرا شریر روگ سے رہت اور بلوان بنتا ہے یہ سن کر نمک والی چیونٹی نے اس کو کہا کہ بہن مجھے بھی مصری والے پربت کا پتہ بتا۔ جو میں بھی مصری کو کھا کر تمہاری طرح ہی ہو جاؤں، میں نے تو کبھی بھی مصری کو نہیں کھایا بلکہ نام بھی نہیں سنا آج تمہارے مکھ سے اس کا نام اور مہاتم سن کر میرا من بھی للچا رہا ہے۔ اس چیونٹی نے نمک والی چیونٹی کو مصری کے پربت کا پتہ بتا دیا۔ اور وہ وہاں سے گھوم پھر کر واپس آگئی اور کہنے لگی بہن! یہ نمک کا پربت ہے۔ اس میں مصری کا تو کہیں نام و نشان نہیں ہے مصری کے پربت والی چیونٹی کو حیرانگی ہوئی۔ اور جب اس نے اس کے مکھ کی طرف دیکھا تو اس میں نمک کی ڈلی پڑی تھی۔ بس اس نے جان لیا کہ یہی مصری کے نہ ملنے کا کارن ہے۔ اس چیونٹی نے نمک کی ڈلی والی چیونٹی سے کہا۔ بہن! تیرے مکھ میں تو نمک کی ڈلی پڑی ہے جب تک تو اس ڈلی کا تیاگ نہیں کریگی۔ تب تک تجھے مصری نہیں ملیگی۔ اس نے فوراً ہی نمک کی ڈلی کو پھینک دیا۔ اور پھر دوبارہ مصری کے پربت پر گئی۔ اور مصری کے کھانے کا آنند پراپت کیا، یہ تو درشٹانت ہے۔ اب دارشٹانت میں اس کو سنو:-

آتم گیان روپی مصری کا پربت ہے، کیونکہ اس کے بھیتر آتما روپی مصری [illegible] ہے لیکن [illegible] روپی نمک کی ڈلی کو تو

کھ سے پکڑ کر اُس مصری کے پربت پر رات دن پھرتی رہتی ہے
اس کارن تمہیں آتمانند روپی مصری نہیں ملتی ہے، جب تو بھی اُس
نمک والی چیونٹی کی طرح اپنے مکھ سے وشیانند روپی ڈلی کو پھینک
کر مصری کے پربت پر مصری کی تلاش میں پھرے گی تب تمہیں فوراً
ہی آتمانند روپی مصری مل جاویگی، ہے چت برتتے! سنسار میں
جتنے بھی استری، پتر، دھن آدی پدارتھ ہیں، یہ سب دیکھنے ماتر ہی
سندر پرتیت ہوتے ہیں، دراصل یہ سندر نہیں ہیں۔ کیونکہ جن کو یہ
پراپت ہیں، وہ بھی سب دکھی ہیں۔ اور جن کو پراپت نہیں ہیں وہ سب
بھی دکھی ہیں، وچار کرنے سے تو ان میں سکھ کا لیش ماتر بھی نہیں ہے
یدی ان میں سکھ ہوتا تو وویکی پرش ان کا کبھی بھی تیاگ نہ کرتے، بہت
سے راجہ مہاراجوں نے بھی ان کا تیاگ کیا ہے، ہے چت برتتے! اسی واسطے
کو ہم تم کو ایک درشٹانتوں کر کے دکھاتے ہیں :-

بنیئے کے لڑکے کی کتھا:- ایک نگر میں ایک بہت غریب بنیا رہتا تھا۔ اس کی ایک استری تھی،
اور ایک ہی لڑکا تھا، جب وہ لڑکا پانچ برس کا ہوا تب بنیا اور
اس کی استری کا دیہانت ہو گیا۔ اور لڑکا اناتھ ہو گیا، جب اس کی
سہائتا کرنے والا کوئی بھی نہ رہا۔ تب ایک مہاتما دیا کر کے اس کو
اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اپنا چیلا بنا کر اس کی پالنا کرنے لگے اور اس
کو ودیارتھی استروں کی ودیا کا ادھین کرانے لگے، اس طرح لڑکے
کی آیو بیس برس گزر گئی۔ ایک دن اس نے اپنے گورو جی سے تیرتھ
یاترا کرنے کی آگیا مانگی، چنانچہ مہاتما جی نے خوشی تیرتھ یاترا کے لئے
بھیج دیا، ایک دن راستہ میں ایک گاؤں کے پاس اس نے ایک برات
جاتے دیکھی۔ اس کو وواہ کے سنسکار نہیں تھے۔ اس نے لوگوں سے
پوچھا یہ کیا تماشہ ہے، جواب ملا کہ یہ برات جا رہی ہے۔ اس نے پھر
پوچھا کہ یہ برات کیا ہوتی ہے اور یہ گھوڑی پر بیٹھا ہوا سندر وستروں کو
دھارن کئے ہوئے مکٹ اور پشپوں کو دھارن کئے ہوئے کون ہے ؟
لوگوں نے کہا کہ یہ دولہا ہے۔ اس کی شادی ایک لڑکی کے ساتھ کی
جاویگی۔ اس دولہا کو لے کر یہ سب لوگ لڑکی والے کے گھر میں
جائیں گے، وہاں پر گانا بجانا ناچ رنگ ہوگا۔ پھر دولہا کا اس لڑکی
کے ساتھ پانی گرہن ہوگا۔ پھر لڑکی کو لے کر اپنے گھر میں آ کر دولہا
اور دلھن دونو رات میں ایک پلنگ پر سوئیں گے، اور وشیانند کو
بھوگیں گے، اُن لوگوں سے یہ سن کر اس سادھو کے انتہ کرن میں
بھی وواہ کرنے کے اور استری کے ساتھ سونے کے سب سنسکار
جاگ اٹھے۔ جب وہ ایک گاؤں کے نزدیک پہنچا۔ تو آرام کرنے
کے لئے ایک پکے کوئیں پر آسن لگا لیا۔ اور رات وہیں گزارنے کا
سنکلپ کیا، جب رات ہوئی تو وہ وہیں سو گیا۔ اس کو سوپن میں
وواہ کے سنسکار جاگ اٹھے۔ اس نے سوپن میں کیا دیکھا کہ
میرا وواہ ہوا ہے۔ اور استری گھر میں آئی ہے، ہم اس کے ساتھ ایک
پلنگ پر سوتے ہیں۔ جب سوتے ہوتے تھوڑی دیر بیتی تب استری
نے کہا، ذرا پیچھے ہٹو، جوں ہی وہ پیچھے ہٹا تڑاک سے کوئیں میں گر پڑا
اُس کے گرنے کی آواز کو سن کر اردگرد کے لوگ بھاگے آئے اور اُس
کو بمشکل کوئیں میں سے نکالا، لوگوں نے پوچھا تم کو کوئیں میں کس نے گرایا
ہے؟ اُس نے کہا "مجھے سوپن کی استری نے کوئیں میں گرا دیا ہے"
بڑے آشچریہ کی وارتا ہے کہ جو سوپن کی متھیا استری کے ساتھ سویا
وہ تو کوئیں میں گرا۔ اور جو جاگرت کی استری کے ساتھ سوتے ہیں،
وہ اوشیہ ہی مہان نرک روپی کوئیں میں گرتے ہوں گے۔ اس میں
سندیہہ نہیں ہے،

ہے چت برتتے! استری کے سمبندھ سے بڑے بڑے
دیوتاؤں کی بھی گراوٹ ہوئی ہے، اس لئے استری ہی سنسار
روپی بندھن کا کارن ہے، کام کا ویگ بڑا ہی بلوان ہے،

ہے چت برتتے! پدم پران

ایک برودھ براہمن کی کتھا:- سورگ کھنڈ میں ایک
برودھ براہمن کی کتھا لکھی ہے، وہ یہ کہ گنگا جی کے کنارے پر ایک
بڑا تپسوی برودھ براہمن رہتا تھا اور لوگوں کو دھرم اپدیش کیا کرتا تھا اور
اپنے نت نیم کرم میں بھی بڑا تتپر تھا، اور اکیلا ہی ایک مندر میں
رہتا تھا۔ ایک دن جب وہ اپنے مندر کے دوار پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے
میں ایک نوجوان بڑی سندر استری اپنے پتی کے گھر کو جاتی ہوئی مندر
کے آگے سے نکلی۔ اس استری کے روپ کو دیکھ کر وہ براہمن موہت ہو گیا،
اور کام واسنا سے پیڑت ہوا۔ اور اس استری کے پیچھے پیچھے چلا گیا
جب وہ استری اپنے گھر کے اندر داخل ہو گئی تو اس نے کواڑ بند کر

لیئے۔ وہ براہمن دیر تک اُس کی باہر انتظار کرتا رہا، جب وہ باہر نہ آئی تو اُس نے دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا۔ استری نے پوچھا، کون ہے؟ برہمن نے جواب دیا۔ کہ میں تمہارا پتی ہوں، دروازہ کھولو، استری نے جھٹ دروازہ کھول دیا۔ اور دیکھا۔ کہ بردھ براہمن دروازہ پر کھڑے ہیں، استری نے کہا کہ تم کون ہو اور کیوں ہمارے دوار پر آئے ہو،

جواب ملا:- "کہ میں براہمن ہوں، تمہارے سندر روپ کو دیکھ کر ہمارا من کام واسنا سے ویاکل ہو گیا ہے، ہم بھوگ کرنے کی اچھیا کر کے تمہارے پاس آئے ہیں۔

استری نے کہا —: میں پتی برتا استری ہوں۔ آپ ایسے اُلوچت شبد مُنہ سے مت کہنا۔

براہمن نے کہا:- میرے پاس بہت سا دھن ہے، وہ میں تم کو دوں گا، تم ہم سے سمبندھ کرو، ہم کام کر کے بڑے پیڑت ہو رہے ہیں، تمہارے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں، تمہارے پاؤں بھی پڑتے ہیں

استری نے کہا:- تم ہمارے دھرم کے سمبندھ میں پتا لگتے ہو، ہمارے ساتھ بھوگ کرنے کا سنکلپ مت کرو،

جب کسی بھی پرکار استری نے نہ مانا تو وہ زبردستی اندر داخل ہونے لگا۔ جیسے اُس نے اپنا سر دوار کے بھیتر کیا استری نے زور سے دونوں کواڑوں کو بند کر دیا۔ اِن دونوں کواڑوں کے لگنے سے برہمن کا سر کٹ گیا۔

لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور استری نے برہمن دیوتا کی سب کتھا کہہ سنائی، لوگوں نے کہا کہ یہ کامدیو کا مہنتو ہے اور اُس کے مُردے کو شمشان میں لے جا کر پھونک دیا۔

ہے چت برتے! یہ استری روپی وشے بڑا بلی ہے، ترنت پُرشوں کے چت کو ویاکل کر دیتا ہے، جب کہ بردھ اوستھا والے وچارشیل کھٹ کرمیوں کی اس کے درشن ماتر سے ایسی بُری دشا ہوتی ہے تو یُوا اوستھا والوں اور وچارہین کوسنگی پُرشوں کی کون گنتی ہے

ہے چت برتے! اسُندر روپ وتی اپسرا کو دیکھ کر رِشی وشوامتر تپ کرنا بھول گئے تھے، اور اُسی کے ساتھ بھوگ ولاس میں مگن ہو گئے تھے، پراشر جی ملاح کی کنیا کے روپ کو دیکھ کر موہت ہو گئے تھے۔ اپنے یوگ بل سے اُنہوں نے ندی کو ریت اور دِن کو راتری تو بنا دیا لیکن کام کو نہ جیت سکے،

تاتپریہ یہ ہے۔ جیسے وندھیاچل پربت کا بڑھنا اسمبھو ہے، تیسے اندریوں کا روکنا بھی اسمبھو ہے، اُنہی کے اندر رُکے رہتے ہیں، جو کہ استری کا سنسرگ نہیں کرتا ہے، سنسرگ کے ہونے پر رُکنا کٹھن ہے،

ہے چت برتے! وہی پُرش سنسار میں آتما نند کو پراپت ہوتا ہے، جو کہ کام کو اپنے وشی بھوت کر لیتا ہے،

(باقی پھر)

"اوم کی مہما"

اوم کا پرچہ دیکھ کر میرے دل میں خوشی کی انتہا نہ رہی، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا، گویا کہ مجھے دُنیا کی دولت ملی، خاص کر اسی وجہ سے کہ جب میرے دل میں کوئی گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے تو میں "اوم" کا نام لیتا ہوں اور وہ گھبراہٹ دُور ہو جاتی ہے،

آج سے میں نے بھی یہ ارادہ کیا کہ میں بھی رسالہ "اوم" کا خریدار بن جاؤں، واقعی رسالہ "اوم" ایک ہندوؤں کے لیئے متبرک اور حقیقی (مذہبی) کتاب ہے میں اُن بزرگ آدمیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جو اس متبرک رسالہ کے خریدار بن گئے ہیں۔ پرماتما سے پرارتھنا ہے کہ ہمیشہ میرے بزرگوں اور بھائی بندوں کو ایسے راستے پر لاکر مکتی کا مارگ دکھلائیں اور سداچار کی راہ پر چلائیں،

آپ کا شبھ چنتک:
موہن لال (غمگین) معرفت حکیم جنار دھن کول کشمیر سٹیٹ۔

جواب طلب امور کیلیے جوابی کارڈ بھیجنے کی کرپا کریں۔

مغالطہ

از پنڈت ہردے نارائن جی دلگیر

بڑا ناداں ہوں دنیا کو اپنا گھر سمجھ بیٹھا ہوں
حقیقت کی تجلی جس کی رگ رگ سے نمایاں تھی
پیام زندگی ہے سر بسر تیغ نظر اُن کی
رہِ اُلفت میں ہر ہر گام پر دھوکہ ہوا مجھ کو
مرے جوش طلب کو کیا کہیں گے دیکھنے والے
اُدھر تو وہ مجھے دیوانۂ عاقل سمجھ بیٹھے
ستم کی انتہا پر منحصر ہے ضبطِ فغاں کا بھی
مری چشم تصور نے بھی کیا دھوکے دئیے مجھ کو
مرے اعمال ہی صورت بدل کر سامنے آئے
خدا جانے وہ کیوں مجھ سے خفا ہیں کیوں نہیں آتے

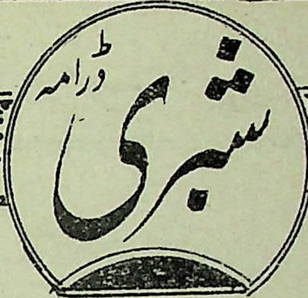
خزف کو میں فریبِ شوق میں گوہر سمجھ بیٹھا
اُسے کوتاہ بینی ہے میں اک پتھر سمجھ بیٹھا
تعجب ہے اُسے میں جانستاں خنجر سمجھ بیٹھا
وہ اکثر راہ زن نکلا جسے رہبر سمجھ بیٹھا
تمہارے نقش پا کو میں تمہارا در سمجھ بیٹھا
ادِھر ہوش و خرد کو میں جنوں پرور سمجھ بیٹھا
وہ شاید میرے نازک دل کو اک پتھر سمجھ بیٹھا
نظر آئی جو صورت اسکو صورت گر سمجھ بیٹھا
مگر میں بھول کر تقدیر کا چکر سمجھ بیٹھا
خطا کیا تھی جو اپنے گھر کو اِن کا گھر سمجھ بیٹھا

کیسی لیے ہوئے مستی ہمیں معلوم ہوتی ہے
کسی کی چشم مے گوں کو میں تو ساغر سمجھ بیٹھا

رسالہ ہندی "شکتی" کا دوسرا سال شروع ہو گیا!

لوگوں نے اس اخلاقی اور دھارمک پرچہ کو اس قدر پسند کیا ہے کہ یہ ہزاروں کی تعداد میں چھپنا شروع ہو گیا ہے، بھارت کے چوٹی کے ودوان اس پرچہ کی سرپرستی فرما رہے ہیں، سالانہ چندہ صرف ۴/- روپیہ وی پی منگوانے پر ۱۰/۱ زائد اس چندہ میں سالنامہ شِوانک ہندی بھی بھینٹ ہوگا، فوراً سالانہ چندہ ۴/- بھیج کر شِوانک جیسی بہترین، دلچسپ سبق آموز، با تصویر، پُستک کو منگوا کر اپنے جیون کو سپھل بنائیں،

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ "شکتی" اجمیری گیٹ دہلی



از:- شری نرسنگھ چندر جی بھٹناگر

تیسرا سین — فانگ بن

(شبری سر پر لکڑی کا گٹھا لے کر آتی ہے)

(گاتی ہے)

۱- میں چپکے چپکے گاؤں - میں دھیرے دھیرے گاؤں
۲- پیڑ کھڑ کے بکش بولے میں من میں ڈر جاؤں - میں چپکے -
۳- سوکھی لکڑی کا گٹھا سر پر رکھ کر لے جاؤں
۴- چوری چوری چھپتے چھپتے رشیوں کے ہو پہنچاؤں
میں چپکے چپکے
۵- اردھ راتری جھاڑو دے کر مارگ سوچھ بناؤں
اگر کسی کو آتے دیکھوں برکشوں میں چھپ جاؤں
تیر چپکے چپکے گاؤں - - - - -

(ایک اور چلی جاتی ہے)

پردہ گرتا ہے

چوتھا سین — متنگ آشرم

اردھ راتری

{آشرم کے باہر دیوار کے نیچے وید مدھو، برہم لین اور گیان دیپک بیٹھے باتیں کر رہے ہیں}

وید مدھو:- میں کہتا ہوں وہ اوشیہ سرشیٹھ دیوتاؤں میں سے کوئی ہے۔

برہم لین:- مور کھ دیوتاؤں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اپنا سورگ سکھ چھوڑ کر تیری سیوا کرنے آئیں گے۔

وید مدھو:- آئیں گے کیوں نہیں، ہم بھی یہاں یگیوں دوارہ ان کو بھاگ دیتے ہیں، پھر کیا دکھ کے سمے ہیں کہ پرتی اپکار کے لئے کچھ بھی نہ کریں گے۔

برہم:- اجی ہاں وہ تمہارے یگیوں میں بندھ کر ہی آتے ہیں اور دیوتا اس پرکار کے کاریہ نہیں کیا کرتے وہ درشا برساتے ہیں آن آ جاتے ہیں، سردی گرمی سے بچاتے ہیں، وہ پیتھ نہیں بہارتے، آشرم نہیں لیپتے، لکڑیاں نہیں توڑتے۔

وید مدھو:- کیوں؟

برہم:- جس سورگ سکھ کو انہوں نے اتنے کشٹ سے پایا اس کو چھوڑ کر وہ پیتھ بہارتے پھریں، یہ اسمبھو ہے، رہ گئے منش اور راکشش۔ منش یہ کاریہ بھلی پرکار کر سکتا ہے، پرنتو اس کا ہردہ اتنا نشکام اور پراوپکاری نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اس کی پرکرتی سے پرے کی بات ہے، ہم لوگ منش ہیں۔ پرنتو چھوٹا سا بھی کاریہ کر کے ہم آکاش سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ اب رہ گئے راکشش، سو اسمبھو ہے کوئی راکشش ہی یہ کاریہ کرتا ہو۔

وید:- مورکھ راکشش تجھے کھانے آئے گا کہ تیری سیوا کرنے آئے گا۔ کیوں گیان دیپک۔

گیانی:- گیان دیپک سے پوچھو گے تو وہ گیان کی ہی بات کہے گا، جب برہم کے اتیرکت کہیں کوئی پدارتھ ہے ہی نہیں تو کون لکڑیاں توڑے اور کس کے لئے توڑے۔

وید:- پرنتو یہ نتیں کا ز دوہ کیسے ہو سکتا ہے، نت پرتی لکڑیوں کا ایک گٹھا آشرم کے دوار پر ملتا ہے، پیتھ بہارے ہوئے ملتے ہیں، اوشکتا انوسار آشرم لیپا ہوا ملتا ہے اس کے وشے میں تمہارا کیا اتر ہے۔

گیانی:- میرا اتر سرل سپشٹ اور گیان یکت ہے پرنتو یہ وشے گمبھیر اور وچارنیہ ہے۔ سوچو اور سمجھو، نت پرتی بن کی سوکھی لکڑیاں ایک ایک کر کے ایک ستھان پر ایکترت ہو جاتی ہیں۔ اسی سمیہ کہیں سے آ کر انہیں لپٹ جاتی ہے پھر وہ گٹھا چلنے لگتا

ہے اور چلتے چلتے آشرم کے دوار پر آکر رک جاتا ہے ،

(ویدمدھو اور برہم لین دونوں ہنستے ہیں)

برہم ۔ مورکھ کرتا کے بنا کاریہ کی سدھی کیسے ہوسکتی ہے ،

گیانی: ۔ (انگڑائی لے کر) چلو جو ہوگا ، پرگٹ ہو جائے گا ۔ ہاں بھیا ! دیکھتے نہیں راتری کتنی کالی اور ڈراونی ہے ۔ بن کے بھینکر جیو گھور شبد کر رہے ہیں ، یہ سمیہ بھی نیتر کھول کر کچھ دیکھنے کا ہوتا ہے ، سب اور بھجے شنکا اور گھورتا کا راجیہ ہے کالی راتری بھی کال کی چھوٹی بہن ہے (پھر انگڑائی لے کر) برہم لین اب میں وچار مگن ہوتا ہوں ۔ تم اپنی جانو ۔

(لیٹ کر سو جاتا ہے)

برہم لین: ۔ دیکھا سو گیا ، پرنتو یہ بات اس نے بہت ستیہ کہی ، سب اور بھجے شنکا اور گھورتا کا راجیہ ہے ، کالی راتری بھی کال کی چھوٹی بہن ہے (ویدمدھو سے) بھیا ویدی تم کرپا کرو ، روک آگیا دونو ہیں ایک نرنگ سمادھی کی لے لوں ۔

(انگڑائی لے کر سو جاتا ہے)

ویدمدھو: ۔ دونوں سو گئے ۔ ایک وچار کے بہانے دوسرا سمادھی کے بہانے ۔ اس سمیہ میری ہی ہار ہوئی ۔ یدی ایک آدھ گھنٹہ دھیان کرتا ہوں تو شریر جاگتا پڑتا ہے ، پرنتو نِدرا دیوی نے شریر کو گھیر لیا ہے ، میں کندھوں پر بہت بوجھل لگتا ہے ، ہاتھ پاؤں پھیل پسر جانا چاہتے ہیں ۔ اب سونا ہی چاہیے ، یدی گرو جی رُشٹ ہوں گے تو تینوں سے ہی ہوں گے ،

(سو جاتا ہے)

(متنگ رشی آتے ہیں)

متنگ (دیکھ کر) اچیت پڑے ہیں ، مورکھ جاگنے کے سمیہ سوتے ہیں ۔ آتما کی نِدرا کو اگیان اور شریر کے اگیان کو نِدرا کہتے ہیں ۔ وہ گیان سے اور یہ جاگنے سے ہٹ جاتے ہیں ، پرنتو ایسے جیو بھگوان کی دیا کے پاتر ہیں جو گھور اگیان میں پڑے اپنے کو مہان گیانی سمجھتے ہیں (جگاتے ہیں) ویدمدھو ، گیان دیپک ، برہم لین ، اٹھو ، جاگو ، چیت کرو ،

(تینوں نیتر مل کر اٹھ بیٹھتے ہیں)

متنگ رشی: ۔ اب نیتر کھول کر بیٹھو اور آنے والے کی پرتیکشا کرو ، (آشرم کے بھیتر چلے جاتے ہیں)

تھوڑی دیر میں لکڑیوں کا گٹھا سر پہ رکھے دبے پاؤں رام رام کرتی شبری آتی ہے

ویدمدھو: ۔ (دھیرے دھیرے) دیکھو ، دیکھو وہ کون آتا ہے

برہم: ۔ جس کی ہمیں پرتیکشا ہے

شبری گٹھا پرتھوی پر رکھ کر جانا چاہتی ہے
تینوں بھاگ کر آگے آتے ہیں

وید: ۔ ٹھہرو ۔

برہم: ۔ ارے یہ تو استری ہے ،

وید: ۔ برہمچاری کو استری درشن نشیدھ ہے نیتر موند لو ،

(تینوں نیتر موند لیتے ہیں)

وید: ۔ تم کون ہو ؟

برہم: ۔ تمہارا نام کیا ہے ؟

گیانی: ۔ اس سیوا سے تمہارا پرایوجن کیا ہے ؟

شبری: ۔ میں بھیلنی ہوں ، شبری میرا نام ہے ، سیوا میرا دھرم ہے

وید: ۔ اوہ ۔ تیرا ستیاناس ۔ پاپنی تو نے سب دھرم کرم دھول میں ملا دیا ۔ برہم لین ستیہ کہتا تھا کہ کوئی راکشش ہوگا ، سو یہ راکششی ہی نکلی ۔ میں بھی کہوں دیوتا پرگٹ ہو کر یگیہ بھاگ کیوں نہیں لیتے ، دُشٹ سمدھا نے سب کاریہ چوپٹ کر دیا ۔

برہم: ۔ اور میں کہوں ، ستوگنی برتیاں اُپتن کیوں ہوتی جا رہی ہیں اب پتہ چلا ، ایسی پاپنی کے کارن ہی پرسپرم نشپھل ہوا ،

گیانی ۔ میں بھی کہوں جیو برہم کی ایکتا کیوں نہیں ہوتی ۔ اس پاپنی کے کارن ہی سب وچار ویرتھ ہو گیا ،

وید: ۔ اس کی دھرشٹتا تو دیکھو ، یہ اب بھی رام رام کر رہی ہے ، پاپنی تجھے رام رام کہنے کا کیا ادھیکار ہے ،

برہم لین ۔ اس کا پرائشچت اس کو اُچت دنڈ دینا ہے ،

گیانی: ۔ پہلے اس کے سب اپرادھ بھلی بھانتی وچار لو پھر دنڈ دو ،

وید: ۔ اس کا پرتھم اپرادھ یہ ہے کہ اس نے اپنے کلوشت شریر

سے ہمارے یگیہ، ہون، آشرم اور پتھ کلوشت کر دیئے۔ اس کا پرائشچت یہ ہے کہ اس کے شریر پر اتنے ڈنڈے ماریں۔ کہ اس کا پاپی جیو اس کے پاپی شریر کو چھوڑ کر نرک گامی ہو،

برہم :۔ ستیہ بچن! دوسرا اپرادھ،

وید :۔ اس کا دوسرا اپرادھ یہ ہے کہ ہماری تتھ شُودرانی ہو کر ہمارے منتروں کو پراپت ہوئی۔ اس کا پرائشچت یہ ہے کہ اس کی جیبھا کاٹ دی جائے،

گیانی :۔ ستیہ بچن، چوتھا اپرادھ

وید :۔ اس کا چوتھا اپرادھ یہ ہے کہ اس نے رام نام ہمارے مکھ سے شروع کیا۔ اس کا پرائشچت یہ ہے کہ اس کی شردن شکتی سماپت کر دی جائے،

گیانی :۔ ڈنڈ کا ودھان بہت اُتم اور شاستر انوسار ہے،

وید :۔ پھر پہلا ڈنڈ ادرمبھ کرو،

(تینوں نیتر موندے ہی ڈنڈے چلاتے ہیں، استری رام رام کر رہی ہے، ڈنڈے انہیں کے سروں پر ہی پڑتے ہیں،)

وید :۔ تم نے میرا سر پھوڑ دیا، ہائے۔ ہائے،

برہم :۔ تم نے میرا سر پھوڑ دیا، ہائے، ہائے،

گیانی :۔ اور تم نے میرا سر پھوڑ دیا، ہائے، ہائے،

وید :۔ پھر ہمارے ڈنڈے ہمارے ہی سروں پر پڑتے رہے،

برہم :۔ ہاں،

گیانی :۔ ہاں،

وید :۔ نیتر کھول کر مارو،

(تینوں نیتر کھول لیتے ہیں، شور سُن کر تمنگ رشی آ جاتے ہیں)

تمنگ :۔ ٹھہرو، ٹھہرو کسے مارتے ہو

وید :۔ اس پاپنی کو اس نے ہمارے یگیہ بھرشٹ کر دیئے ہمارا آشرم اپوتر کر دیا، ہمارے پتھ کلوشت کر دیئے اور ہمارے ہی سر پھوڑ دیئے،

گیانی :۔ اس نے ہماری جیو ہم کی ایکتا ... تے ... کی

برہم :۔ اس نے ہماری سمادھی بھنگ کر دی،

تمنگ رشی :۔ کیا اس کی نشکام سیوا اور پراپکار کا پرتی اُتر تمہارے پاس یہی ہے،

وید :۔ اس کی سیوا، سیوا نہیں بلکہ ہمیں بھرشٹ کرنے کی گھور چیشٹا تھی،

تمنگ :۔ یہ نرنتر رام رام کہہ رہی ہے، اس کے سپرش سے پدارتھ اشدھ کیسے ہو سکتے ہیں،

وید :۔ یہ شاستر کی آگیا ہے مہاراج،

تمنگ رشی :۔ شاستر کی آگیا سادھارن جیووں کیلئے ہے،

وید :۔ کیا یہ اسادھارن جیو ہے،

تمنگ رشی :۔ ہاں یہ اس پتھ پر آروڑھ ہے، انہی مہان سیوا پرائن کا موہ چھوڑے بنا ہو ہی نہیں سکتی،

وید :۔ اور ہم سادھارن جیو ہیں، گرو مہاراج آپ کیسی باتیں کرتے ہیں،

تمنگ رشی :۔ میں منتھیا نہیں کہتا،

وید :۔ پھر آپ ادشیہ شاستر وکت ڈنڈ ودھان سے اس کی رکھشا کریں گے،

تمنگ :۔ ادشیہ! میں ایک ابلا پر جس کا ہم پر بہت سیوا بھار ہے کوئی اتیاچار نہیں کر سکتا،

وید :۔ مہاراج۔ اگر آپ ایسی کریں گے، تو ہمارا آپ کے ساتھ کوئی سمبندھ نہیں رہے گا کیوں برہم بین، گیان دیپک،

دونوں :۔ ادشیہ، ادشیہ،

تمنگ رشی :۔ مور کھ تپ سموہ سے ایک بدھی منی تپری ادھک موکیہ وان ہے،

وید :۔ پھر ہم آپکا اور آپ کے آشرم کا پرتیاگ کرتے ہیں،

تمنگ رشی :۔ جیسی تمہاری اچھیا

(تینوں چلے جاتے ہیں)

تمنگ رشی :۔ (شبری سے) تپری! آج سے تو اس آشرم کو اپنا گھر مان، تو میری دھرم پتری میں تیرا پتا۔ (کچھ سوچ کر) کیوں تپسے گھر تو جانا نہیں چاہتی،

شبری:۔ نہیں۔

(دونوں آشرم کے بھیتر جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین
تلنگ رشی کا آشرم

آشرم کے بھیتر بھگوان رام کا ایک چھوٹا سا سندر مندر، مندر کے سامنے اکتارہ اور کھڑتال لے کر تلنگ رشی اور شبری کھڑے گا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ پریم وبھور ہو کر نرت بھی کر رہے ہیں

تلنگ رشی:۔ ہم دوارے تیرے آئے

بہت دنوں تک پھرا بھٹکتا مایا رہی لبھائے
شرن پڑے کی لاج ہو پر بھو اب نہیں بنے بھلائے

ہم دوارے تیرے آئے،

شبری:۔ مات پتا اور کٹنب قبیلہ چھوڑا سب پریوار
سندر مدھر سوپن جیون کے پل میں دیئے بسار
رام نام کی اوڑھ چنریا جوگن بھیس بنائے ہو ہو

ہم دوارے تیرے آئے،

دونوں

جیون کی ہر آشا چھوڑی آشا ایک بڑھائی
سکل جگت سے پریتی توڑی تجھ سے پریت لگائی
ہردے کے سونے مندر میں پریم کی جوت جگائے

ہم دوارے تیرے آئے،

(دونوں ڈنڈوت پرنام کرتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

(باقی پھر)

گلہائے عقیدت

از
پنڈت گوپال داس جی شرما
مخلص

۱۔ انکار اگر ہے کبھی اقرار بھی ہوگا
خوابیدہ مقدر مرا بیدار بھی ہوگا

۲۔ وابستہ صد عیش ہیں لمحاتِ مصیبت
موجود جہاں گل ہے وہاں خار بھی ہوگا

۳۔ مانا کہ تری دید کی حسرت ہے جہاں کو
کیا مجھ سا کوئی طالب دیدار بھی ہوگا

۴۔ کمسن ہو ابھی وقت وہ آئیگا مری جاں
سایہ تجھے گیسو کا گرانبار بھی ہوگا

۵۔ ایماں ہے مرا جانِ دو عالم کی محبت
کیا مجھ سا کوئی دہر میں دیندار بھی ہوگا

۶۔ پاتا ہے وہی جو کہ گنوا دیتا ہے سب کچھ
غرقاب جو بیڑا ہے وہی پار بھی ہوگا

۷۔ کیا تجھ کو یہ معلوم نہ تھا اے دلِ ناداں
تو عزت کا جیتے جی طلب گار بھی ہوگا

۸۔ ہیں جس کے لئے آپ کی مخصوص جفائیں
وہ آپ کی رحمت کا سزاوار بھی ہوگا

۹۔ دنیا کی ہر اک چیز کو حاصل ہے تغیر
جو عشق ہے مجبور وہ مختار بھی ہوگا

۱۰۔ دیوانہ بنا بھی تو بنا کرشن کا مخلص
اللہ رے ایسا کوئی ہشیار بھی ہوگا

گزشتہ سے پیوستہ

مہابھارت کا دلاور یودھا

از
پنڈت
ہردے نارائن
جی شرما
دلگیر

ارجن غصے سے بھڑک اٹھا۔ اس نے گورو جی سے جنگ کی اجازت طلب کی اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو اٹھا۔ ادھر دریودھن بھی نوجوان کو جنگ کرنے کے لئے تیاری کرانے لگا۔ یہ نمائش گاہ میدان جنگ کا جامہ پہننے لگی، تماشائی پہلے کی طرح پھر دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ جب دونو یودھا زرہ بکتر پہنے اور جنگی ہتھیاروں سے آراستہ میدان میں اترے تو گورو درونا آچاریہ ان دونو کے بیچ کھڑے ہو کر بولے "بہادرو! یہ کنتی تر مہاراج پانڈو کا بیٹا ارجن اس اجنبی نوجوان سے دو دو ہاتھ دکھانے کو تیار ہے بہادر یودھا مد مقابل پر آنے سے پہلے اپنے خاندان سے عوام کو ...... تعارف کرا دے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ ارجن کا مقابلہ اس نوجوان سے جائز ہے یا ناجائز کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگی قوانین کی خلاف ورزی ہو جائے، گورو جی کے ان الفاظ سے آنے والے اجنبی نوجوان کا سر ندامت سے جھک گیا، وہ خاموش کھڑا اپنے پاؤں کو دیکھنے لگا۔ دریودھن نے اچٹ کر غصے سے کہا "گورو دیو! کھشتری کہلانے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے اول اعلیٰ خاندان، دوم بہادری اور سوم فوجی طاقت، اگر ارجن کسی راجہ کے سوا کسی اور شخص سے یدھ کرنا نہیں چاہتا تو میں اس نوجوان کو انگ دیش کا فرمانروا مقرر کرتا ہوں تاکہ آپ کی نظروں میں جنگی قانون شکنی نہ ہو۔"

ان ہی الفاظ کے ساتھ دریودھن نے نوجوان کو راج تلک کرنے کی تیاری کا حکم دیا، سامان مہیا کیا گیا اور حسب ضابطہ و قواعد نوجوان کی تاج پوشی ہوئی، نوجوان نے احسان مندانہ الفاظ میں دریودھن سے کہا "میں آپ کی کیا خدمت بجا لا سکتا ہوں۔"

"آپ!" دریودھن نے کہا "ایک وفادار اور دوست پرور کی حیثیت میں آپ نے تعاون کا شرف بخشتے رہیں، بس یہی میری مانگ ہے۔"

(۳)

نمائش گاہ میدان جنگ کا خونی منظر پیش کرنے کے لئے مچل اٹھی، اسی وقت اس میدان میں ایک ضعیف العمر شخص وارد ہوا اور زور سے چلایا "کرن!"

اجنبی نوجوان نے نہایت ادب و احترام سے اس کی قدم بوسی کی اور کہا "پتاجی! پرنام کرتا ہوں۔"

آنے والا ضعیف العمر ایک کوچوان تھا اور اس کا نام ادھیرت تھا۔ اس نے نوجوان کو اپنے بوڑھے بازوؤں میں بھینچ لیا، دیکھنے والے ششدر رہ گئے کہ اجنبی نوجوان ایک کوچوان کا بیٹا ہے،

ارجن کے بھائی بھیم سین نے غصے سے حقارت آمیز الفاظ کہے "اے کوچوان کے بیٹے کرن! تم پانڈو پتر ارجن سے اس حیثیت میں جنگ کرنے کے مجاز نہیں، اپنے خاندانی رسم و رواج کے مطابق چابک ہاتھ میں پکڑو اور کسی شہنشاہ کے گھوڑوں کو ہانکو۔"

بھیم کے ان طنزیہ الفاظ سے دریودھن تڑپ اٹھا اور غصے سے بولا "دریا اور یودھا کسی آفات حوادث کا دھیان نہیں کرتے، ندیاں اپنی قوت رفتار سے اور یودھا اپنی لاثانی بہادری سے پہچانے جاتے ہیں، زمانہ قدیم میں وشوامتر جیسے رشیوں نے اپنے اوصاف و عمل کے باعث اپنے ورن کو بدل دیا۔ آپ لوگ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھیں، آپ کس بل بوتے پر گردن فراز بنتے ہیں، یہ یودھا تمام پرتھوی کا راجہ کہلانے کا مستحق ہے، کیا ایسے سورما اور ولاور شکر ہی جنم دے سکتی ہے؟ جس شخص کو میرے الفاظ

سے اتفاق نہیں وہ ذرا آگے بڑھ کر اپنے دھنش اور طاقت کی آزمائش کر لے۔"

نمائش گاہ میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ بات بڑھتی دیکھ کر منتظمان نے میدان خالی کر دینے کا اعلان کیا، دریودھن نے کرن کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے گیا۔

(۴)

دریودھن کی خود غرضی اور کرن کے حسد نے دونو کو پریم و محبت کی مضبوط آہنی کڑیوں میں جکڑ دیا۔ دونو ایک دوسرے کے وفادار رفیق بن گئے، پانڈو اور دریودھن کی باہمی رقابت نے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ دریودھن کی طرفداری میں شکنی اور کرن نے ساتھ دیا دریودھن نے مکروہ خولیت کے وہ جال بچھائے کہ اس نے پانڈووں کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر انہیں حقوق جائزادے خارج کر دیا، پانڈووں نے اپنے جائز حقوق کی مانگ کی مگر دریودھن نے انہیں ٹھکرا دیا، جب پانڈووں نے جنگ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا تو انہوں نے مہاراج کرشن کو اپنا قاصد بنا کر دریودھن کے دربار میں بھیجا، مہاراج کرشن نے دریودھن کو جنگ کے خونی اور خوفناک مناظر کے مکروہ انجام کے نقوش بتائے لیکن دریودھن نے بھگوان کرشن کی ایک بھی نہ مانی۔ بلکہ بھگوان کرشن کو ایک قاصد کی حیثیت میں آیا دیکھ کر انہیں گرفتار کرنے کے ناکام منصوبے سوچے، بھگوان کرشن اپنی دانشمندی اور ایشوری شکتی سے اس کے قابو نہ آسکے، واپس ہستناپور جاتے ہوئے انہوں نے کرن سے کہا "میں آپ سے خلوت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ تھوڑی دور میرے ساتھ چلیں۔

کرن بھگوان کرشن کے رتھ پر ہی بیٹھ گئے اور اپنے سارتھی کو خالی رتھ پیچھے پیچھے لانے کا حکم دیا،

"بہادر کرن!" قریب میں بیٹھے ہوئے کرن سے بھگوان کرشن نے نہایت سنجیدگی سے کہا "میں ایک راز کی بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ آپ خود فاضل دماغ اور اعلیٰ قابلیت کے مالک ہیں اور دھرم کے اصولوں سے پوری طرح شناسا ہیں۔ دنیا آپ کو ادھیرت کو چوان کی زوجہ رادھا کا بیٹا تصور کرتی ہے، لیکن یہ بات سراسر لغو اور بے بنیاد ہے، دنیا کی نگاہوں میں ایک دھوکا ہے اور مغالطہ ہے، آپ حقیقت میں پانڈووں کے بڑے بھائی کنتی نندن ہیں، عالم شباب میں جب مہارانی کنتی ابھی کنواری تھی، تو اس وقت مہارانی نے سوریہ دیو کی کٹھن تپسیا سے وردان پاکر آپ کو جنم دیا مگر دنیا کی لعن طعن اور لوک آچار کے خوف سے اس نے آپ کا تیاگ کر دیا اور ادھیرت سارتھی نے آپ کی پرورش کی۔"

شری کرشن نے اپنا اثر ڈالتے ہوئے کہا "دھرم شاستر کی رُو سے کسی عورت کا بیٹا اپنے ہونے والے خاوند کا لڑکا سمجھا جاتا ہے اس لئے آپ کوچوان کی اولاد نہیں بلکہ پانڈو کی اولاد ہیں۔ اس راز کو میں بخوبی جانتا ہوں، اور میری بوا آپ کی جننی مہارانی کنتی جانتی ہے"

"جانتا ہوں مدھوسودن!" کرن نے ڈیڑھ فٹ لمبی آہ لیتے ہوئے کہا "میں اس خفیہ راز سے بخوبی آشنا ہوں۔ ماتا کنتی نے یہ بات خود مجھ سے کہی تھی، شاستر مریادا کے مطابق بھی میں سمجھتا ہوں کہ میں ماتا کنتی کا سب سے بڑا بیٹا ہوں لیکن کنتی نے تو مجھے دریا میں پھینک کر اپنی جانب سے میری زندگی ختم کر دی تھی، ادھیرت سارتھی نے مجھے دریا سے نکال کر میری پرورش کی اور اپنی بیوی رادھا کی آغوش میں سونپ دیا، مجھے اپنی گود میں لیتے ہی رادھا کی چھاتیوں میں دودھ اتر آیا۔ اس نے میری زندگی قائم رکھنے کی خاطر ایک ماں کے فرائض کو بخوبی احسن نبھایا۔ اس نے میرا نام کرم اور جات کرم وغیرہ سنسکار کئے اور ادھیرت نے ہی میری شادی کی، پڑھایا لکھایا۔ اب میں اپنی اولاد کا باپ کہلانے لگا ہوں، اس صورت میں آپ ہی بتلائیں کہ میں اب رادھا کو تیاگ کر کنتی کا بیٹا کہلانے کا کیسے مستحق ہو سکتا ہوں،

"ویر کرن!" بھگوان نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا "یہ مغالطہ اور اڑچن دور ہو سکتی ہے۔ یدھشٹر کو جب اس امر کا علم ہوگا کہ آپ اس کے بڑے بھائی ہیں تو وہ اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ آپ کے ادب و احترام میں قدمبوسی کا شرف حاصل کریگا، ساتھ ہی وہ آپ کو اپنی جگہ پر ہی اپنی مملکت کا حکمران بنانے میں فخر محسوس کریگا اور خود ولیعہد بن کر آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں اپنا وفاداری کا ثبوت دیگا، ارجن آپ کے گھوڑے ہانکنے کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے میں قلبی مسرت محسوس کریگا۔ اسی طرح نکل اور سہدیو آپ کے محافظ رہیں گے اور دروپدی و ابھیمنیو آپ کی تابعداری اور فرمانبرداری کا دم بھریں گے

ساتھ ہی بدولت آپ سے اپنے تعاون اور سہیوگ کا ہاتھ آگے بڑھائیگا"

بھگوان کرشن نے کرن کو قابو کرنے کا حکم دیا " دریودھن پانڈوؤں کے حقوق واپس کر کے صرف اپنی سلطنت پر قابض رہیگا اور پانڈو اپنی علیحدہ مملکت کے مالک ہوں گے، اس طرح یہ بھارتیہ تہذیب اور سنسکرتی کو تباہ و برباد کرنے والی خوفناک جنگ تباہی کا باعث نہ بن سکیگی۔ اس سے تمام دنیا میں شانتی اور امن کی ستھاپنا ہوگی اور سنسار کا کلیان ہو جائے گا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ آپ کنتی کا پتر کہلانا منظور کر لیں، اس سے تمام دنیا کا مغالطہ رفع ہو جائے گا اور ہر شخص آپ کو مہارانی کنتی کا پتر تسلیم کرنے لگے گا"

" جناردن! " کرن نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا: " دریودھن نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک گہرا دوست بنایا ہے، محض اس نقطۂ نگاہ سے کہ میں اس کی طرف داری میں پانڈوؤں کے خلاف جنگ کا بگل بجاؤں گا۔ پانڈو صرف ارجن کے بھروسہ پر فاتح کہلانے کے خواب لیتے ہیں لیکن میری اُمید پر دریودھن اپنے آپ کو ان سے کہیں زیادہ طاقتور سمجھتا ہے، میں آج پورے تیرہ سال سے دریودھن کی بدولت یہ عیش و عشرت دیکھ رہا ہوں، کیا انسانیت اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ موقعہ آنے پر میں دریودھن کو دغا دے جاؤں؟ کیا آپ مجھے وشواس گھاتی کہلانے کی ترغیب دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں؟ میں احسان فراموش اور دغگو بننا نہیں چاہتا۔"

کرن نے اپنے الفاظ کو تقویت دیتے ہوئے کہا " رشی کیش! میں نے ارجن سے یدھ کرنے کا سنکلپ لیا تھا، یہ بات عوام میں مشہور ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے عہد و پیمان سے منحرف ہو جاؤں میں ایک یودھا ہونے کے ناطے کسی لالچ اور طمع پرستی کے جال میں پھنس کر یودھا کا نام بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ اگر میں آج اپنے اصولوں سے منحرف ہو جاؤں تو دنیا میں میری بدنامی ہوگی، ذلت ہوگی۔ میں اس ذلت آمیز زندگی سے موت کو ترجیح دیتا ہوں۔"

کرن نے عاجزانہ انداز میں بھگوان سے کہا " اس راز کو آپ مخفی رکھیں، اسی میں ہی میری بہتری ہے، اگر یدھشٹر کو اس راز کا علم ہو گیا تو وہ کسی قیمت پر بھی راج گدی سنبھالنا قبول نہ کریگا۔ اور دریودھن بھی جنگ کرنے کے خیال کو دل سے [illegible]

اگر مجھے حکمرانی کرنی بھی پڑے تو بھی میں وہ تمام حکومت دریودھن کے حوالے کر دوں گا"

کرن نہایت سنجیدگی سے کہتا چلا گیا " کیشو! میری خواہش تو یہ ہے کہ دھرماتما یدھشٹر ہی راجہ ہو جس کے منتری آپ خود ہیں، جس مہاراجہ کے پاس ارجن جیسا دھنش دھاری یودھا اور بھیم جیسا پراکرمی ویر ہو تو اس کی ہمیشہ فتح ہوگی۔ یہ میں یدھشٹر کو آشیرباد دیتا ہوں، دنیا میں دھرم کا راج ہی عوام کی فلاح و بہبود کا سادھن ہوتا ہے، اس لئے یدھشٹر کو آپ میدان میں ضرور کھڑا کریں۔ یدھشٹر اس جنگ میں فتح و نصرت کے شادیانے بجائے گا، اس کے عہد میں تمام دنیا کا کلیان مخفی ہے۔ اس خوفناک اور گناہ آلود فضا کو صرف جنگ ہی ایک واحد ذریعہ ہے، جو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتا ہے، لہٰذا آپ میرے کنتی کے پتر ہونے کے گہرے راز کو پوری طور پر مخفی رکھیں، یہ میری آپ سے پرارتھنا ہے۔"

کرن نے کہا " میرا آشیرباد خالی نہ جائے گا۔ یدھشٹر کی فتح ہوگی اور اس فتح میں ایک عالم کا کلیان ہوگا۔

بھگوان شنکر کی تصویر دیکھکر

حقیقت

از سوامی امرانندجی سرسوتی

تیری شوخی سے جبتک جلوہ سامانی نہیں جاتی
میری بیتاب نظروں سے بھی حیرانی نہیں جاتی

وہ سوزِ عشق ہو، زخمِ جگر ہو یا غمِ فرقت
کسک کیسی بھی ہو دل میں بآسانی نہیں جاتی

تیرے جلووں نے جن کو حیرتِ کامل عطا کردی
قیامت تک بھی اُن نظروں سے حیرانی نہیں جاتی

یہ اعجازِ تخاطب عالمِ رویا میں کیسا ہے
سنی تو جاتی ہے آواز پہچانی نہیں جاتی

چمن تاریخ دہراتا ہے کسی زلفِ پریشاں کی
گلوں کے پیرہن سے چاک دامانی نہیں جاتی

مقامِ حسن پروازِ تخیل سے ہے بالاتر
تیرے جلووں کی حدتک عقلِ انسانی نہیں جاتی

غموں کے بار سے انسان کا دل بیٹھ جاتا ہے
مصیبت میں کسی سے خاک بھی چھانی نہیں جاتی

کیا ہے اسقدر بیخود مجھے غم ہائے دوراں نے
نشاطِ زیست کی تصویر پہچانی نہیں جاتی

سکونِ زندگی سے زندگی محروم ہے اُلفت
میرے قلبِ پریشاں کی پریشانی نہیں جاتی

دھرم ویر حقیقت

از بھائی پرمانند جی ایم اے

بھارت سچ مچ ہی وسُندھرا ہے۔ اس میں نہ معلوم کیسے کیسے رتن بھرے پڑے ہیں۔ اسیلئے تو ایک رشی نے اسے رتن گربھا کہا ہے۔ بھائی متی داس، بھائی بالمکند اور شریمتی رام رکھی جیسے مہت آتماؤں کی اُجوّل پرم پرا سے سمبندھ رکھنے والے سوُرگیہ بھائی پرمانند جی کے سپھورتی دینے والے قلم سے نکلے ہوئے اِن سیدھے سادے شبدوں میں اٹھارہویں صدی کے دھرم ویر حقیقت رائے کا اتہاس پڑھنے پر آدمی اپنے کو دھنیہ ماننے لگتا ہے،

حقیقت رائے کا جنم سیالکوٹ شہر میں ۱۷۱۹ء میں ہوا پتا کا نام باگھ مل تھا اور ماتا کا گوراں، جات پوری کھتری تھی، چھوٹی عمر میں ہی بٹالا کے ایک سکھ کھتری کی لڑکی سے بیاہ کر دیا گیا۔

حقیقت رائے مُلّا کے پاس مکتب میں فارسی پڑھنے جایا کرتا تھا۔ تب عمر پندرہ برس کی تھی۔

ایک دن مُلّا کی غیر حاضری میں لڑکوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ کچھ مسلمان لڑکوں نے دیوی درگا کو گالیاں دیں، حقیقت رائے کے دل میں دیوی کے لئے بڑی شردھا تھی، وہ اسے برداشت نہ کر سکے، دیوی کے اپمان کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے اسلام کے پیغمبر کی لڑکی بی بی فاطمہ کو گالی دیدی،

ہندو ہو کر حقیقت رائے ایسی ہمت کرے، یہ مسلمانوں کے لئے غضب کی بات تھی، جب پڑھانے والا مُلّا واپس آیا تو مسلمان لڑکوں نے اس سے شکایت کی، استاد نے پوچھا تو حقیقت رائے نے بڑی دلیری دکھلائی اور سارا معاملہ سچ سچ کہہ دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا "مسلمان لڑکوں نے اس دیوی کو گالیاں دی ہیں جس کی پوجا کے لئے بادشاہ اکبر بھی ننگے پاؤں چل کر آیا تھا"،

مُلّا حقیقت رائے کی حق پرستی اور جرأت کی قدر نہ کر سکا بھی کیسے سکتا تھا؟ وہ حقیقت رائے سے خفا ہوا اور اُسے سیالکوٹ کے قاضی کی کچہری میں لے گیا، قاضی اُسے لے کر سیالکوٹ کے حاکم امیر بیگ کے پاس پہنچا،

اتنے میں باگھ مل اور گوراں کو بھی یہ خبر مل گئی، وہ دوڑے دوڑے امیر بیگ کے یہاں آئے اور اُس کے پیروں پر سر رکھ کر معافی مانگی، "بچہ ہے، غلطی سے اُس کے منہ سے ایسے شبد نکل گئے ہیں، اس پر رحم کیا جائے"،

مکتب کا مُلّا اور شہر کا قاضی دونو چاہتے تھے کہ حقیقت رائے کو اپنے دھرم سے بھرشٹ کر کے مسلمان بنایا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اس اُدیش سے انہوں نے شہر کے مسلمانوں میں ایک شور پیدا کر دیا۔ امیر بیگ اتنے بڑے ظلم کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لینا چاہتا تھا۔ اُس نے مختلف مولویوں کو بلا کر سارا معاملہ اُن کے سامنے رکھ دیا، مولویوں نے مذہبی فیصلہ دیا، جو مولویوں کو دینا چاہئے اسلام یا موت۔

امیر بیگ دل سے نہیں چاہتا تھا، اُس نے مولویوں سے کہا: "اس سے بہت برا نتیجہ نکلے گا"

مولوی پکش پات سے اوپر نہ اٹھ سکے اور اپنی بات پر اڑے رہے۔ "ایسا کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے، اس کو پورا کرتے وقت دوسرے خیال پرے کر دینے چاہئیں"،

بہت سے لوگ امیر بیگ کی عدالت کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس نے تنگ آ کر یہ فیصلہ دیا۔ "مقدمہ لاہور کے ناظم کی عدالت میں بھیج دیا جائے۔"

سیالکوٹ سے سپاہی حقیقت رائے کو لے کر لاہور گئے، راستے میں ہر گاؤں اور قصبے کے لوگ حقیقت رائے کے درشنوں کے لئے آتے، سیالکوٹ کا قاضی ساتھ تھا۔ لوگ قاضی سے لڑکے کے لئے رحم کی پرارتھنا کرتے،

کئی ایک مسلمانوں نے بھی جن میں شاہدرہ کا مقدم دلگاہی ایک تھا۔ اس کی رہائی کے لئے سفارش کی۔ لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔ لاہور کے ناظم کا فیصلہ مولویوں کے فتوے کے مطابق ہی تھا۔ لیکن اس نے حقیقت رائے پر دیا کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اگر مسلمان بن جاؤ گے تو تمہیں بڑا رتبہ ملے گا اور کئی دوسرے دنیاوی فائدے بھی حاصل ہوں گے"،

حقیقت رائے کی ماتا گوراں بھی دوڑی دوڑی آئی، بیٹے سے کہنے لگی۔ "بیٹا، یہی اچھا ہے، کسی طرح سے اپنی جان بچا لو۔"

بیٹے نے مڑ کر ماں کو یہ جواب دیا "ماں، مرنا ہر حالت میں ضروری ہے، میں دھرم چھوڑ کر جینا نہیں چاہتا۔"

دھرم ہینی کا دکھ اور ماتا پتا تتھا دوسرے متر سمبندھیوں کا وجوگ ایک طرف تھا، دھرم دوسری طرف حقیقت رائے نے دھرم کا مارگ اختیار کیا اور اس کے بدلے میں اپنا سر کٹوا دیا۔

ساری ہندو آبادی رو رہی تھی جب اس بے قصور دھرمی پنیہ آتما پر بسنت کے دن تلوار چلائی گئی۔

جب ارتھی اٹھائی گئی تو شہر کے چھوٹے بڑے استری پرش سب ساتھ تھے،

حقیقت رائے کے استھی پشپ شہر سے چار میل کے فاصلے پر زمین میں گاڑ کر اوپر سمادھی بنائی گئی۔ یہاں ہر سال بسنت پنچمی کا میلہ لگنے لگا۔ (تاریخ پنجاب)

"رسالہ ادوم" دہلی کی سرپرستی ہر بھائی کا فرض ہے،

جوتش وِدّیا یا اسٹرالوجی میں میری پچاس سالہ ریسرچ

(قسط ۱۲ گذشتہ سے پیوستہ) —— (از قلم :- ڈی این ، ولی جموں توی)

حسب معمول آپ اپنا پیدائشی مقام ، تاریخ پیدائش ، وار اور وقت یا اگر ٹیوہ موجود ہے تو اُس کی نقل معہ ڈاک ٹکٹ ڈی، این ، ولی معرفت مینجر رسالہ "آدم" ، اجمیری گیٹ دہلی کے پتہ پر روانہ کر کے اپنا برکھ پھل مُفت حاصل کر سکتے ہیں . صرف وہ اصحاب جو یکم مارچ ۵۷ء کے بعد رسالہ "آدم" کے خود خریدار رہے ہوں ، یا ایک نیا خریدار بنایا ہو اپنی مندرجہ بالا درست تفصیلات کی چٹھی پر چندہ بھیجنے کی منی آرڈر رسید کا نمبر اور تاریخ لکھیں ، کیونکہ یہ فری سیوا محض رسالہ "آدم" کے لئے مخصوص ہے ، تاکہ اس کے ذریعے بھارت کے کونے کونے میں دھرم کا پرچار ہو سکے . گذشتہ مہینوں میں بہت سے سجن پُرشوں کے برکھ پھل بلکہ ساتھ ہی اُن کے جنم سمے کے ستاروں کا صحیح سپشٹ بنا کر روانہ کر چکے ہیں ، صرف ایسی فرمائشیں تعمیل طلب ہو رہی ہیں ، جن کے اطلاعات متعلق پیدائش مبہم تھے ، پھر بھی اُن کے ان غلطیوں کو اُن کے حالات کے ساتھ ملا کر درست بنانے کی کوشش ہو رہی ہے اگر وہ ہمارے دریافت کے ساتھ تعاون کریں ،

(ڈی ، این ، ولی ۱۰۸ - الکھدانہ گلی جموں توی)

تصحیح :- گذشتہ اشاعت رسالہ شکتی اُردو ماہ مارچ ۵۷ء کے صفحہ ۱۱۳ کالم ۲ سطر نمبر ۲۰ میں منگل کی درشٹی اپنے سے چوتھے اور آٹھویں گھر ، شنی کی درشٹی اپنے سے تیسرے اور دسویں برج کو پڑھ لیویں (۲) صفحہ ۴۴ کالم ۲ سطر ۲۰ میں شنی اور منگل کے ساتھ سورج بھی پڑھیں .

پیارے پاٹھکو - گذشتہ مضمون کے مطابق جب آپ نے کسی کے جنم سمے پر اُس کا جنم چکر بنا دیا - پہلا گھر لگن ، دوسرا ، تیسرا اسی طرح بارہ گھر بنا لئے ، جنتری دیکھ کر جو ستارہ جس راشی میں مقیم ہے اُس ستارے کو اُس راشی میں جس درجے اور دقیقے پر واقع ہے لکھ دیا - لگن کے درجے دقیقے لکھ دیئے ، تو جنم چکر تیار ہوا ہے ، اب آپ نے یہ جاننا ہے - کہ بارہوں گھروں کے منسوبات کیا ہیں انسانی زندگی کے روزمرہ کے حالات کِس گھر سے کِس قسم کے جان لئے جاتے ہیں

پہلا گھر ، لگن ، اس کو سنسکرت میں تنو استھان اور یونان والے وتد الطالع کا نام دیتے ہیں - اس سے مندرجہ ذیل حالات دیکھے جاتے ہیں ، رنج و راحت ، پرورش پانے کا ماحول ، عمر ، حسن و قبح ، شکل و شمایل ، عمامہ یعنی سر کی پوشش ، صحت ، کاموں کی ابتدا ، تن و جان ، بقاو حیات ، احوال مدبر ، مولود کی اوائل عمری یعنی بچپن ، بزرگی و خوردی ، خواب بیداری ، صورت و شجاعت ، علم و جہل ، غم ، فکر ، قوت و ضعف ، مدعی ، تندرستی ، سعادت و شقاوت ، شخصیت چال چلن ، دوسروں کے ساتھ ذاتی تعلقات کے تبدیلیات ، دادی اور نانا کے حالات ، بھائی کا لابھ ، تجارتی سفر ، حیاتِ دشمن ، کامیابی امتحان ، مال قرض کے حالات ،

دوسرا گھر دھن استھان یا دارالمال کہلاتا ہے ، اس گھر کے متعلقہ منسوبات یہ ہیں ،

مال ، غذا ، جواہرات و خزانہ ، عیال ، چہرہ ، کلام یعنی تقریر ، داہنی آنکھ ، آمدنی ملکیت و زمین ، بیٹے کی ملازمت ، دشمن اور مریض کا سفر حیات زوجہ ، نقصان و قرض اندر سفر ، قرضہ ، LITERARY GIFT مرنے کا SOURCE اور اطوار SELF ACQ- UISITION & OPTIM-ISM باپ کے جانب سے خطوط اور اطوار اور تحفے ، طفل شیر خوار ، وصیت ، امانت ، خرید و فروخت ، میلار سٹیفکیٹ ، بلا محنت ترقی مال و دولت ، معاش ، اسباب کرب

سنگار تجمل، اکل و شرب، گردن، زبان، مقدمہ بال رکھنے کے طریقے،
گواہان، چاہ کا پانی، آسانی و سختی، صفائی و ناصفائی لباس، جائداد
منقولہ، آمدنی واخراجات،
تیسرا گھر، بیج یا بحر اثر استھان، اور دارالعنوان کہلاتا ہے، اس
سے یہ حالات متعلق ہیں۔
نزدیک سفر، رشتہ داروں کی نیکی وبدی، موت سے قبل کے حالات
روزگار کے متعلق تدبیر بخوبی داری، حاسدوں (حسد رکھنے والے)
رشتہ دار، دن کا خواب اور رائس کی تعبیر، بھائی بہن، ذہانت، ہمسائے
خطوط، لکھنا، نقل مکان نزدیک، علم غیر شرعی، سازگاری باہم
کشتیاں، دریا، چراغانہ، نقل و حرکت مساجد (مسجدوں) بھائیوں
کے متعلق حالات، بیٹیوں کا لابھ، دشمن کی ملازمت، عورت کا سفر
اُستاد کے نوجر کے حالات، باپ کے امراض، بڑے بھائی کا خط اور
تحفہ، دماغی کام بھائیوں اور ہمسائیوں کے متعلق خط وکتاب، زبانیں
(LANGUAGES) PUBLICITY ایجنسیوں کے
ذریعہ سے تجارت، ہاتھ، گلا۔
چوتھا گھر، سکھ استھان یا رتہ الارض، منسوبات یہ ہیں، من
ENJOYMENTS
کی شانتی، خوشی، خانگی زندگی، مکان
SELF PROSPERITY سواری، جائداد زمین، جائداد جدی
تعلیم VEHICLES گردن اور کندھوں کی عام بناوٹ، سینہ
ماتا اور اس کے حالات، آرام، باغات، یار دوست، بھائی کی
دولت، بیٹوں کا خرچ، ملازموں اور دشمنوں کا لابھ، شنتر واور اس
کے حالات۔ سفر میں خوف، افسر کی عورت، نوکروں اور دشمنوں سے
لابھ کی پرانی بیٹیوں پر اخراجات، املاک و منازل قدیم وجدید
پرانا ہمسایہ، مسکن سرائے، دفینہ، عاقبت کار، پوشیدہ کام، حسب
ونسب، مال متروکہ، اشیاء قدیمہ، مکان سرد، کواں، حوض، قلعہ،
گاؤں وملکیت، چوپایہ، جائے ولادت، زلزلہ، بارش، چلتا
پانی، گورستان، شمشان، کفن، گورکن، عمارت۔ پبلک کاموں سے
ریٹائرڈ ہونے کے نزدیک کے چند سال، جائداد غیر منقولہ، جائے
رہائش،
پانچواں گھر، پتر استھان، سوت استھان، یا بیت العلم
کہلاتا ہے۔ اس گھر کے منسوبات یہ ہیں۔
اولاد، محبت کے حالات، خواہشات نفسانی، سامان
عیش وعشرت، کاروبار تجارت اور پیشہ سے جو حالات عیش وعشرت
سے متعلق ہوں، سٹہ کے کام کے متعلق خبرداری، بے خبری کے حالات
جو کاروبار خالی از خطرہ نہ ہو، جوا کھیلنا، علم، فرزند اور اس کے متعلق
حالات، معشوق، دعوت اور ضیافت مہمان، معشوق کا دوست، مال
کا دھن، عورت کا لابھ، ناعوری متعلق استھان، باپ یا بادشاہ کا پرانا
دفینہ، آمدنی غائب، خبر غائب، ادائیگی قرض، خلعت بزرگان بیچے
اور جھوٹے اخبارات، تسلط بر مال گذشتگان، نیکی وبدی بعد موت،
عملیات وتعویذات۔ مرید و ست گرد، عروس نشاط، جمل، گفتگو،
جاسوس، طلاق زنان، جوانمردی، ہمسر و شکار، مالیہ سرکاری، سیاسات
مجالس ومحافل، حالات متعلقہ جگر، کمر، دل۔
چھٹا گھر، رپ استھان یا دار المرض کہلاتا ہے، اس گھر
سے مرض، آفت سماوی، علتِ بیماری، احوال ملازمان وخدمتگاران

مرشد و اُستاداں، ہمتوراں خورد، اشیاء گم شدہ و دزدیدہ (چوری گیا ہُوا مال)، حسد، فساد رفیق، فقر، بھاگنا، خوف دُشمن۔ افعال بد، آگ لگانا، زہر کھلانا، جادو کرنا، احوال زن حاملہ و اسقاط حمل، دست غیب، جن و جبال، سر پوشیدہ، غیبت، چاکراں موذی، سحر و جادو، قوت ماسکہ، کینہ، ظلم، فسق و فجور، گرسنگی، دلیری، بیماری، حالات ماموں، پیٹ، مال خزانہ، مال مسروقہ، مقام و ملکیت برادران خالہ ترقی و ناموری سفر میں، ترقی ناموری بذریعہ حکومت، کپڑے، خوراک، اعضا جن کو بیماری یا زخم وغیرہ سے تکلیف ہو سکے،

ساتواں گھر، جایا ستھان یا دتہ اُزدوج کہلاتا ہے، اس سے یہ حالات متعلق ہیں،

شادی، شوہر یا زوجہ کے ساتھ تعلقات، مشترکہ کاروبار، اگری منٹ، ٹھیکے، کسی کمپنی کے ساتھ کاروبار، جنگ و داد و داد (LITIGATION)، کسی الیکشن یا ہر قسم دوسرے طرح پر مد مقابل سے کھلا مقابلہ، دُشمن کی دولت، بھائیوں کی اولاد اور علم دادا اور نانی کے حالات، دُشمن کے لئے قرض اور تحویل، ترقی و سفر برادر بزرگ، باپ کے حکومت کے متعلق حالات، حاکم یا افسر کے کے حکومت کے حالات، بڑے بھائی کا تجارت اور ترقی، حالات متصل اختتام عمر، لڑائی، چاند گرہن، اس گھر کے متعلقہ اعضا زیر ناف، کمر، پہلو، گردہ، فتح و ناکامی، چور کا پکڑا جانا یا نہ پکڑا جانا، مدعا علیہ، ارزانی و گرانی غلہ، ساتھی، آمد و رفت سفر، وکیل معاملہ، لین دین، دُشمن یا مار، قرض خواہ۔

آٹھواں گھر، اس کو آیو استھان، مرتیو استھان یا دار العمر کہتے ہیں، متعلقہ منسوبات یہ ہیں۔

میراث، شریک کی دولت، شے گم شدہ، فقیری، ضروری حاجات تکلیف، ہتھیار، عبور قلعہ و دریا، بیماری، مقابلہ کی لڑائی، غوغا، مقام معشوق، وسوسہ، بے ہوشی، بیماری برادر خورد، تشنگی، خوف موت، مال تلف شدہ، مرض و قرض برادران، خط و تحفہ مادر، ملکیت فرزند، رفیق دشمن، دولت زوجہ، نقصان تجارت، باپ کا لابھ بڑے بھائی کی ملازمت، زہر، سرقہ، فاقہ، ماتم، بلغم، مقعد، حالات موت، حلیہ چور، عمر، کسی [illegible]

متروکہ جدی، وصیت کرنے کے متعلق حالات، کسی الگ کئے ہوئے آدمی کے ساتھ خط و کتابت کی درمیانداری، دوسروں کے روپے کے متعلق انتظامات اور حوالداری، مالیات جن پر زوجہ اور شوہر یا حصہ دار کے اثرات ہوں، مرے ہوئے آدمیوں کے حالات:۔

BEQUESTS & LEGACIES

نواں گھر اس کو کرم استھان یا بیت السفر کہتے ہیں۔ اس سے یہ حالات دیکھے جاتے ہیں،

ایمان، اعتقاد، دور سفر، دھرم، دین، تجارت، امتحان وکالت، سالا اور دیور کے حالات، مال کے امراض اور قرض، علم فرزند، معشوق کے خط اور تحفے، دُشمن اور سارق کا مکان، رشوت اور مذہبی اعمال۔ باپ کی ناراضگی۔ بڑے بھائی کا لابھ، بدیشی سفر، بدیشیوں کے ساتھ تعلقات، بدیش کے لوگ اور ان سے مفادات PHILOSOPHICAL OUTLOOK اور اس کے متعلق تجربے اور مفادات، قانونی کتابیں اور قانون دان اصحاب کے ساتھ تعلقات، مندر، مسجد، گرجے، اور ان کا اہتمام وہ سپنے جن کی تعبیر درست ہو، علم حکمت اہل نجوم، کیمیا، رائے و تدبیر، فصاحت، بلاغت و کیاست، پاک طینتی، خشیت باطنی و فرمانبرداری، نبوت، دین و الہام غائب کے احوال جاننا، گذشتہ سال کے واقعات، مدرسہ اور سرشت گرد جننا، اقبال و نام آوری، حالات متعلق سبیل آب، تقدیر، خوش مزاجی خیرات، تیرتھ یاترا، حج، جوتش ودیا، مدرسہ، خطبہ و نکاح، اسما و ستارہ، کتابیں، دان، ذائقہ،

دسواں گھر، دھرم استھان یا ذند اسماء کہلاتا ہے، اس کے منسوبات مندرجہ ذیل ہیں،

سلطنت، رفعت، جاہ و حشم، اکابر، سروری، شہرت، عزت، حکومت، قاضی و حاکم وقت، بحالی و برطرفی ملازمت، رشوت، عہدہ روزگار، مالی تجارت، زر مشکوک، شفا، حکیم، صنعت، پیشہ، باپ، مداخل عمر، فتح یابی مقدمہ، کشتی لڑنا، برسات معلوم کرنا، بھائیوں کی عمر، آقا، بیٹے کا قرض، دشمن، ملازم اور غلاموں کی اولاد، ساس، امید محبوس، فتنل و عمل عزت و آبرو، دربار متعلقات، اور کسی کا پیشہ کی حد،

گیارہواں گھر۔ لابھ استھان یا دار الامید کہلاتا ہے
منسوبات اس گھر کے یہ ہیں،
درجات سعادت و مراد، دوستی دوستاں، عشق و عاشقی
آئندہ کے واقعات، غم سے رہائی، حمد و ثنا، دشمنی دشمن، پرانے
دوستوں کی سعادت، صدقِ خیر، وصلِ معشوق، فائدہ از تجارت،
امید آمدنی، سواری احباب، مشاہدہ ملازمت، روزگار و سفر
برادر خورد و عزیزاں، حیات مادر بیٹے کی استری، دشمن کا قرض،
استری کا خط و تحفہ، آرام عمر، بھائی کے تجارت کی ترقی، داماد،
باپ اور حاکم کا خزانہ، بڑے بھائی کا موجود دھن، پرانا دشمن، جامہ
امید، دوست کے حالات، بیرونی غم، موزہ پاہی، حشمت،
مجلسی حالات ہیں مذہب، آرگنائزیشن اور کھلے سوسائٹیوں میں سفارات
سوشل ریفارم وغیرہ کے ساتھ تعلقات ٹانگیں،

بارہواں گھر۔ ویئے استھان یا دار الصرف کہلاتا ہے، یہ گھر ان
حالات کو ظاہر کرتا ہے،
گرفتاری، بند و زندان، مستوراں بزرگ، تہمت، احوال
دشمناں، غم، نقصان، حالات جنگل، حالات املاک گالی گلوچ جھوٹ
اور بدگوئی۔ ساحراں، دشمن قوی کے حالات، چاچا اور پھوپھی کے
حالات، مصارف قرض دینا اور لینا، بھائی کی ملازمت، ماں کا سفر
بیٹے کی حیات، دشمن کا قرض۔ ترقی زمین و مکان، بڑے بھائی کی دولت
مشقت، محنت، خدمتگاری، قریشی و اقارب، فکر و اندیشہ، وسواس
جانور اپنی اندرونی زندگی اور راز، پوشیدہ سوسائٹیاں، تنہائی کے مقامات
ہسپتال، جیل خانہ، یتیم خانہ، خیرات خانہ کے متعلق حالات، دن کا سپنا

(باقی)

ڈائری

از قلم کیول دھیر

آکاش پہ کالے بادل منڈلا رہے تھے، آفتاب کی آخری
شعاعیں اسی اندھیرے میں سما چکی تھیں، اندھیرا اور بھی زیادہ
ہوتا جا رہا تھا۔ بوندا باندی جاری تھی، ہوا کی سائیں سائیں اندھیرے
سے مل کر ایک بھیانک منظر پیدا کر رہی تھی۔ کبھی کبھی بجلی کی چمک آنکھوں
سے ٹکرا جاتی اور راستے کا پتہ چل جاتا، راستہ کچھ ٹیڑھا سا
کھیتوں میں سے ہوتا ہوا جا رہا تھا۔ آس پاس کے درخت ہوا
کی وجہ سے لڑکھڑا رہے تھے، اب کی بار بجلی بڑے زور سے چمکی اور
اس طوفانی رات میں بڑھتا چلا جا رہا کمل اس پتھر سے ٹکرا ہی گیا
وہ بہت ہی تھک گیا تھا: "اب نہیں چل سکوں گا۔" یہ سوچ وہ
نزدیک ہی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا، سردی بڑھتی ہی جا رہی
تھی۔ ہوا کے ہلکے سے جھونکے بھی اس کے بدن میں تیر کی طرح چبھتے
لیکن وہ سوچ بھی تو نہیں پا رہا تھا اس لئے کہ وہ بھوکا تھا، وہ
چلا اٹھا "روٹی"، لیکن اس کی یہ آواز آس پاس ہی کے کچھ درختوں
اور کھیتوں میں سما گئی۔

اُس میں جوانی کا جوشیلا خون تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ سو گیا۔ وہ بڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا، نزدیک ہی کہیں سے اُسے ایک چیخ سنائی دی، کسی عورت کی چیخ۔ وہ سوچنے لگا۔ اس آدھی رات کے وقت اتنی سردی میں اس خوفناک اُجاڑ جگہ پر کون ہو سکتا ہے۔ ابھی وہ سوچ بھی نہ پایا تھا کہ ایک چیخ اُس کے کانوں سے پھر ٹکرائی ساتھ ہی ایک ہلکی سی آواز تھی "بچاؤ"

کمل آواز کی جانب دوڑا، نزدیک ہی ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ میں ایک آدمی نے کسی عورت کو پکڑ رکھا تھا۔ کمل اُس پر کود پڑا۔ اُس آدمی نے کمل کو گولی تک چلا دینے کی دھمکی دی مگر اُس کا خون کھول اُٹھا۔ اُس نے اُس آدمی کو خوب پیٹا۔ اُس کے منہ اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ کمل گر گیا۔ اُس کے ماتھے پر چوٹ لگی، وہ عورت جو پتھر کی اوٹ میں چھپ گئی تھی کمل کی طرف لپکی۔ اُس نے اپنی ساڑھی پھاڑ کر کمل کے ماتھے پر باندھ دی

"دھنیہ واد آپ کا۔ اگر آپ نہ آتے تو نہ جانے .... ؟" اُس عورت نے کہا۔

"نہیں بہن، یہ تو میرا فرض تھا۔" کمل کی دھیمی سی آواز تھی،

بارش تھم چکی تھی، ہوا بھی کم ہو چکی تھی، کمل بے ہوش پڑا تھا۔ وہ عورت اُسے سہلا رہی تھی، تھوڑی دیر بعد کمل کو کچھ ہوش آیا وہ بڑبڑایا " میں کہاں ہوں۔ اور آپ کون ہیں۔"

"میں وہی ہوں جسے آپ نے بچایا۔ ابھی ڈر ہے کہ وہ پھر نہ آ جائے میں آپ کو یہاں درختوں کے جھنڈ میں اُٹھا لائی" عورت نے کہا۔

"اوہ تو تم ہو" کمل کہہ کر چپ ہو رہا۔ بہت دیر تک چپ بیٹھے رہنے کے بعد وہ خود بخود ہی بول اُٹھا،

"میں بھوکا ہوں، مجھے بھوک لگ رہی ہے"،

وہ بے چین ہو اُٹھی۔ گھر دُور تھا، وہ جاتی بھی تو کیسے کمل کو اکیلا چھوڑ کر وہ کافی دیر تک نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی، کمل نے پوچھا،

"بہن! کیا نام ہے تمہارا؟"

"سُمیش"

اور دونوں دیر تک چپ بیٹھے رہے، سُمیش کو نیند آ گئی اور وہ سو گئی۔

صبح آئی، آفتاب بڑی شان سے چمک رہا تھا، درختوں پر بیٹھے پرندے چہچہانے لگے، ان کی آوازوں کو سُن کر سُمیش جاگ اُٹھی اُٹھتے ہی اُس نے کمل کی طرف دیکھا وہ سدا سدا کے لئے سو چکا تھا

کمل کو پولیس کی چوکی پر پہنچا دیا گیا۔ پولیس نے کمل کی جیب سے ایک ڈائری پائی، اُس میں لکھا تھا،

"میرے ماں باپ بہت غریب تھے، وہ چاہتے تھے کہ میں ایک بڑا آدمی بنوں، غریب ہونے پر بھی وہ مجھے پڑھا رہے تھے ماں کسی کے گھر کام کرتی تھی، سیٹھانی کی ڈانٹ اور گالیاں سنتی لیکن پھر بھی کام کئے جا رہی تھی، صرف میرے لئے پتا جی بھی کتنے کمزور ہو گئے تھے، لاٹھی کا سہارا لے کر چلتے تھے پر کام ابھی کئے جا رہے تھے، صرف اس لئے کہ میں بڑا آدمی بن سکوں، ماں میرے لئے کام کئے جا رہی تھی ایک اُمید لے کر۔ نہ جانے اپنے سینے میں کیا کیا ارمان لئے،

میٹرک کے امتحان ختم ہوئے ابھی کچھ دن ہوئے تھے کہ پتا جی بیمار ہو گئے، نتیجہ نکلنے کے صرف ایک دن پہلے وہ ہم کو چھوڑ کر اس دُنیائے فانی سے نجات حاصل کر گئے، اگلے دن نتیجہ نکلا، میں پنجاب بھر میں فسٹ رہا،

میرا پڑھنا بند نہ ہوا، ہماری آمدنی محدود ہو گئی مگر ماں پھر بھی مجھے پڑھائے جا رہی تھی۔ لوگوں کی ڈانٹ سہہ کر۔ اُن کی گالیوں کو پھول سمجھ کر! وہ میرے پتا جی کی آخری تمنا کو پورا کرنا چاہتی تھی، وہ مجھے بڑا آدمی دیکھنا چاہتی تھیں،

کالج میں مجھے وظیفہ مل رہا تھا، میں بھی پڑھائی میں کمی نہیں رکھتا تھا۔ میں ایف اے میں بھی فسٹ آیا، قسمت نے ساتھ دیا، میں نے بی اے کا بھی امتحان دے دیا، ابھی پرچے ختم ہی ہوئے تھے ماں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اُس کی آرزو پوری ہوئے جا رہی تھی،

ایک دن ایک طوفانی رات کو ماں کو بخار آیا، زور کا بخار، ادھر گھر میں پھوٹی کوڑی نہ تھی، میں کئی ڈاکٹروں کے پاس گیا، گڑگڑایا، اپنی ماں کی زندگی کی بھیک مانگی، لیکن کسی بھی بے رحم نے اُس پر رحم نہ کھایا، میری ماں بھی مجھ سے بچھڑ گئی، ماں نے مرتے وقت مجھ سے کہا

" بٹیا! سمیش کو دیکھنا۔"

سمیش میری چھوٹی بہن تھی۔ ایک بار ہم دسہرہ کا میلہ دیکھنے گئے تھے، وہیں وہ کھو گئی تھی۔ بہت ڈھونڈنے پر بھی نہ ملی تھی۔ آج میں نے اپنی بہن کو ڈھونڈ نکالا ہے، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ لڑکی میری ہی بہن ہے۔ لیکن یہ بدقسمت اپنے بھائی سے اس وقت ملی ہے جب کہ وہ اس دنیا سے جانے والا ہے۔ اب میں نہیں بچوں گا مجھ سے اور آگے لکھا بھی نہیں جا رہا۔

میں نے سمیش کو نہیں بتایا کہ میں اس کا ابھاگا بھائی ہوں

اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اسے یہ جان کر دکھ ہو،

" آہ۔ روڈی، بھوک ..... ؟"

یہاں پر ڈائری ختم ہو گئی۔ آگے اوراق خالی تھے۔

پندرہ جون کا دن تھا۔ بی اے کے امتحان کا نتیجہ نکلا، اخباروں میں کمل کا نام سب سے پہلے تھا، وہ فرسٹ رہا، سمیش کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، کاش! آج اس کا بھائی زندہ ہوتا،

(ختم شد)

بنتی

میرے داتا۔ میرے پریتم!
تیری آواز بار بار میرے کانوں میں گونج رہی ہے،
تو بار بار مجھے اپنی طرف بلاتا ہے،
میں بہرا نہیں ہوں لیکن پھر بھی میں نہیں سنتا ہوں
اور اپنی دھن میں مست ہوا اندھا دھند چلا جاتا ہوں،
میرا من مجھے زبردستی کھینچے چلا جاتا ہوں،
یہ مجھے کہاں گھسیٹ لے جائے گا میں
نہیں دیتا،
پھر بھی تو مجھے بار بار اپنی طرف بلا رہا ہے

میرے تڑوں سے بچھڑے ہوئے پتا!
میں دل سے تیری طرف آنے کا ابھلاشی ہوں
میں جانتا ہوں کہ وہاں پرم سکھ، پرم آنند
اور پرم شانتی ہے،
تیری گود میں مجھے سچا پیار ملے گا
اور ملے گا تیرا پوتر سنیہہ
میں تیری گود میں آنے کو ترستا ہوں،
لیکن تیری گود میں آنے کی خواہش رکھتا ہوا بھی تیری طرف نہیں
آ سکتا۔
یہ دشمن مجھے کسی اور طرف ہی اڑائے لیے جاتا ہے،
یہ مجھ سے تیرا ساتھ چھڑا دینا چاہتا ہے،

یہ دشمن اور اس کی ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں ہی
خواہشیں مجھے سدا ہی بھٹکاتی پھرتی ہیں،
انہوں نے مجھے اپنے بندھن میں باندھ رکھا ہے،
یہ اب کسی طرح بھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتے،

اور میں ان کے پھندے میں پھنسا ہوا تجھ سے بہت دور جا پڑا ہوں۔

تیری سکھدائی گود مجھے رہ رہ کر یاد آتی ہے،
لیکن میں تیری گود میں آ سکنے سے مجبور ہوں
اتنے پر بھی تیری آواز مجھے ہر بار سنائی دیتی ہے،
کہ تو مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے،
افسوس! کہ میں لاچار ہوں، بندھا ہوا ہوں

اے پیارے پتا — !
اگر تو میری آواز کو سنتا ہو، تو میں یہ ونتی کرتا ہوں۔ کہ جہاں تو نے اتنا اپکار کیا،
کہ مجھے اپنی طرف بلاتا رہتا ہے،
وہاں اتنی دیا اور بھی کر
کہ مجھے اس ظالم من کے زبردست پنجے سے چھڑا لے
مجھے خواہشوں کے اس دکھدائی جہاں سے آزاد کر
اور مجھے اتنی طاقت دے۔

کہ میں تیری سکھدائی گود میں پہنچ سکوں،
جہاں پہنچ کر میرے سب غم اور اندیشے مٹ جائیں،
اور میں تیرا ———
ہمیشہ کے لئے تیرا ہی ———
——— بن رہوں ———

سو نہ میں جوگ دھیان چت لایا
بن بیراگ نہ چھوٹس مایا
کیسے جیون ہوئے ہمارا
جب نہ ہوئے پربھو نیرو ادھارا — ؟

پرچہ نہ ملنے پر

آپ اپنے شہر کے پوسٹ ماسٹر صاحب کو تحریری اطلاع دیو دیں اور اپنی ڈاک کا بہتر انتظام کرنے کے لئے درخواست کریں، رسالہ "اوم" ہر ماہ کی ۲۴ تاریخ کو نہایت باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو جاتا ہے اگر وہ آپ کو ۳۰ تاریخ تک نہیں ملتا تو سمجھ لیں کہ راستے میں کسی نے اڑا لیا ہے۔ آپ کی اطلاع ملنے پر ہم آپ کو دوبارہ پرچہ بلا تعمیل و حجت بھیج دیں گے بشرطیکہ آپ دو ۲ ہفتہ کے اندر ہمیں مطلع کریں، بصورت دیگر سٹاک میں پرچہ ختم ہو جانے پر آپ کو مایوسی کا سامنا ہوگا۔

پتہ تبدیلی کی اطلاع فوراً دیا کریں، جو اطلاع ہمیں ۲۰ تاریخ تک پہنچ جائیگی۔ اس پر ہی تعمیل ہو سکیگی،

"مینیجر"

Monthly 'OM' Delhi.
24 MAY, 1957 Regd. No. D. 84

Title Printed at Kapoor Art Press, Karol Bagh, New Delhi.